محبت ایک پہیلی
آسیہ رئیس خان

ناول | آسیہ رئیس خان

محبت ایک پہیلی

جب محبت کے بادل برستے ہیں تو ہم پور پور بارش میں شرابور اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ محبت ہمارے اندر سرائیت کر چکی ہے، ہماری رگ رگ میں سما چکی ہے۔ ہم اس کی ہر ادا، ہر نظر اور ہر راز سے واقف ہو چکے ہیں۔ ہمارے اور محبت کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔ یہی محبت کو جان لینے کی خوش فہمی، محبت کا یہ طلسم، یہ سحر ہمیں زندگی میں بڑا خوار کرتا ہے۔

اس کے زمینِ دل پر جب میراں کی محبت چھما چھم برسی تھی تو وہ بھی خوش گمان ہو گیا تھا کہ اس نے اسرارِ محبت پا لیے ہیں اور اسی زعم میں اس نے آمنہ سے وہ شرط لگائی تھی۔ مذاق میں ہی سہی مگر اُس وقت وہ بہت پر اعتماد تھا۔ لیکن آج کھلا تھا کہ اس چار حرفی لفظ کی گہرائی و وسعت سے وہ اب بھی انجان ہی ہے۔ یہ جتنی آسان ہے اتنی ہی مشکل بھی۔ جتنی سہل اتنی ہی کٹھن بھی۔ یہ ریشم کے دھاگوں کی طرح خوبصورت، ملائم، نظر و دل کو خیرہ کرنے اور ٹھنڈک پہچانے والی۔ مگر ایک بار یہ دھاگے الجھ جائیں تو پھر آپ لاکھ کوشش کر لیں سلجھانے کی یہ الجھتے ہی جاتے ہیں۔ اس کا اعتماد، آمنہ کا یقین، آمنہ کا اقرار، اور اس کی خاموشی، اس لمحے

سب اسی ریشم کی طرح الجھے ہوئے تھے۔

اس نے اپنے بازو کے حلقے میں سوئی اپنی شریکِ سفر کو دیکھا جو اپنی شکست کی نوید سنا کر، اس کے دل کو بے قراریاں سونپ کر خود پر سکون سو رہی تھی۔

☆......☆......☆

"بند کرو یہ بکواس فلم۔" ہال میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر ٹی وی پر چل رہی 'کچھ کچھ ہوتا ہے' پر پڑی تھی۔

"تمھیں نہیں دیکھنا ہے تو باہر جاؤ۔" اثمان نے ٹی وی سے نظر ہٹائے بنا بے رُخی سے مشورہ دیا۔

"اس سے پہلے کتنی دفعہ دیکھ چکے ہو؟" وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر بالکل اثمان کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

"اب تو یاد بھی نہیں ہے۔" اثمان نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے اور ٹی وی کے درمیان سے ہٹایا۔وہ گرتے گرتے بچی تھی۔

"یہ فلم نہیں صرف کاجول کو دیکھ رہا ہے۔" ٹی وی سکرین پہ مرکوز نظروں کا زاویہ بدلے بنا ندا نے رائے دینے کی فرصت نکالی۔

"اور تم کس کو دیکھ رہی ہو؟" آمنہ ندا کی طرف مڑی تھی۔

"وہ جو ننھا سا پیارا سا بچہ ہے ناں اس میں، میں اس کے لیے بیٹھی ہوں۔" ندا نے مبالغے کی حد کرتے ہوئے دونوں ہتھیلیوں کو ذرا فاصلے پہ کر کے ننھا سا بتانے کی کوشش کی۔

"یہ فلم میں نے اسکول بنک کر کے دیکھی تھی۔" اثمان نے اپنا راز کھولا۔ "شاید میں تب سیونتھ یا ایٹتھ میں تھا۔"

"اللہ۔تم نے اسکول بنک کر کے فلمیں دیکھی ہیں۔۔۔ہم تو یہ ہمت کالج میں وہ بھی تھرڈ ائیر میں جتا پائے تھے۔" ندا کو اثمان کی ہمت پہ رشک اور اپنی کم ہمتی کا افسوس ایک ساتھ ہوا تھا۔

"مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتا ہے کی شاہ رخ کو محبت کس سے تھی۔" آمنہ ندا کے قریب ہی فرش پر بیٹھ گئی۔" کاجول سے یا رانی مکھرجی سے؟"

"دونوں سے تھی۔" صوفے میں دھنسے اشمان نے جواب دیا۔

"ناممکن۔۔۔محبت دو بار اور دو لوگوں سے ہو ہی نہیں سکتی۔"

"بالکل ہو سکتی ہے۔"

"تمھیں ہو گئی دوبارہ؟" وہ پوری اشمان کی طرف گھوم گئی۔

"ابھی تک تو نہیں، مگر رائٹ پرسن کے ملتے ہی ہو جائے گی"

"اگر تمھیں پہلی محبت واقعی ہوئی تھی اور سچی تھی تو دوسری بار محبت کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔"

"پہلی محبت واقعی اور سچی تھی اور انشااللہ دوسری بھی ایسی ہی ہو گی۔"

"میں نہیں مانتی۔"

"جس دن تمھیں ہو گی نا اس دن مان لینا"

"وہ دن کبھی نہیں آئے گا" آمنہ کے لہجے کا یقین اشمان کو چیلنج لگا تھا۔

"لگا لو شرط۔۔" وہ اٹھ بیٹھا۔

"یہ کیا پاگل پن ہے۔۔۔" اتنی دیر سے دونوں کی جگل بندی سن رہی ندا بولی۔

"تمھیں دوبارہ محبت ہو گی اور تم ہار جاوگی، یاد رکھو"

"کچھ سالوں میں تمھیں بھی احساس ہو گا کہ میں نے بالکل ٹھیک کہا تھا۔"

اوکے ڈن۔۔لگی شرط۔۔۔"

"پاگل ہو گئے ہو تم دونوں!" ندا نے باری باری دونوں کو دیکھا۔

"میں نہیں اس معاملے میں صرف آمنہ پاگل ہے۔"

""" وقت بتائے گا کون ہوتا ہے اپنی اکلوتی محبت کے پیچھے پاگل!" آمنہ نے اکلوتی پہ زور دے کر کہا۔

" ویسے ہارنے والا کرے گا کیا؟" اشمان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ندا نے نیا نکتہ اٹھایا۔

" وہ تب کی تب دیکھا جائے گا۔" اشمان دوبارہ فلم کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

" کوئی ٹائم لمٹ ہے اس شرط کی؟" ندا نے اگلا سوال داغا۔

" اگلے ایک سال میں دیکھنا آمنہ کو محبت ہو جائے گی۔" اشمان کا لہجہ پر یقین تھا۔

" اور دیکھنا اشمان کو اگلے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ندا نے درمیان میں ہی آمنہ کی بات کاٹ دی۔

" ہائے ۔۔۔ابھی آمنہ کہہ رہی تھی کبھی بھی دوسری محبت نہیں ہو سکتی اور تم کہہ رہے تھے کبھی بھی ہو سکتی ہے اور اب وقت کی قید لگا رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔" وہ فلم بھول کر پوری طرح ان کی شرط میں الجھ گئی تھی۔

" اور تم جو ہم دونوں کو پاگل کہہ رہی تھی اب اتنی دلچسپی لے رہی ہو۔۔۔" آمنہ نے اسے ڈپٹا۔

" تم دونوں جاو یہاں سے اور مجھے فلم دیکھنے دو۔" اشمان کو پتہ تھا اب وہ دونوں گھنٹوں اس موضوع اپنے اپنے فلسفے جھاڑیں گی۔

" ایک آخری بات بتا دو۔۔۔شاہ رخ کو کاجول سے محبت کالج کے زمانے سے تھی یا سمر کیمپ میں ہوئی تھی؟" آمنہ سراسرا سے چھیڑ رہی تھی۔

" کالج کے زمانے سے تھی احساس سمر کیمپ میں ہوا تھا۔" ندا بی بی نے اپنا تجزیہ پیش کیا۔

" پھر رانی مکھر جی سے کیا تھا؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

" میرا سر۔" اشمان نے دانت پیسے۔

" چلو تم دونوں کھانا لگانے میں ہیلپ کرو میری۔" صبا آپی نے ہال کے دروازے سے ان دونوں کو آواز لگائی۔

" تم دونوں کی فلم کے چکر میں میں بھول ہی گئی کہ اسی کام کے لئے تمھیں بلانے آئی تھی۔

"چلو۔" ندا خلافِ توقع اٹھ گئی ورنہ شاہ رخ کی مووی چھوڑ کر کوئی اور کام ندا کرلے، مشکل ہی تھا۔

"اپنی شرط یاد رکھنا۔۔۔" وہ جاتے جاتے دروازے سے مڑ کر بولی تھی۔ اثمان مسکرا دیا۔ اس بات سے بے خبر کہ تقدیر بھی اس کی بے خبری اور نادانی پر مسکرا رہی تھی۔ مستی مذاق میں لگی یہ شرط وہ دونوں ہی چند دنوں میں بھول گئے تھے۔

☆......☆......☆

زہرہ بیگم کی چار اولادیں تھیں۔ دو بیٹے افتخار احمد اور مُختار احمد۔ افتخار احمد اثمان اور راعیّہ کے والد تھے۔ جبکہ مختار احمد کو شادی کے گیارہ سال بعد اولاد کی خوشی نصیب ہوئی تھی۔ تیرہ سالہ عدنان تمام کزنز میں سب سے چھوٹا تھا۔ زہرہ بیگم کی دونوں چھوٹی بیٹیاں بھی اسی شہر میں رہتی تھیں اور ایک دوسرے کی پڑوسی تھیں۔ سلطنت کی دو بیٹیاں صبا اور ندا تھیں۔ صبا شادی شدہ اور ایک بیٹے سدیم، کی ماں تھی۔ سب سے چھوٹی بیٹی سطوت کے یہاں ایک بیٹا اسجد اور ایک بیٹی آمنہ۔ اسجد کی شادی اس کی چچازاد انعم سے ہوئی تھی دونوں کے دو بچے تھے زونہ اور شہود۔ ندا کی منگنی اس کے پھوپھوزاد شیبان سے ہوئے تین سال ہو چکے تھے مگر ابھی تک شیبان سے بڑے سفیان کو کوئی لڑکی پسند ہی نہیں آئی تھی اور پھوپھو کی ایک ہی ضد تھی کی دونوں بیٹوں کی شادی ایک ساتھ ہی کرنی ہے۔

امّاں نے سب کو بلایا تھا اور سارے بڑے گھنٹہ بھر سے، دروازہ بند کیے ان کے کمرے میں خفیہ اجلاس میں مصروف تھے۔

" کچھ اندازہ ہے کس سلسلے میں یہ محفل جمی ہے؟" ندا نے سب کے ذہنوں میں مچلتے سوال کو زبان دی۔ وہ تینوں کچن میں چائے کے ساتھ دیگر لوازمات کی تیاریوں میں لگی تھیں۔

"بند کمرہ اور سب بڑوں کے ساتھ میرڈ حضرات وخواتین بھی اندر! مطلب صاف ہے ضرور کسی کی شادی کا چکر ہے۔" راعیہ، جو کچن میں ان دونوں کو کون سی چیز کہاں رکھی ہے صرف یہ بتا کر 'کام' میں شامل تھی، نے

اندازہ لگایا۔

" کس کی شادی؟" آمنہ کے کان کھڑے ہو گئے۔"

کسی کی بھی ہوسکتی ہے۔آپ، ندا آپی یا پھر اثمان بھائی!" وہ اسٹول سے اتری،" رکیں میں پتہ لگا کر آتی ہوں۔" وہ کچن سے باہر بھاگی۔

" تم کب تک بچو گی؟ کہیں نہ کہیں تو تمھیں شادی کرنی ہی ہو گی۔ کب تک ہر رشتے کو نہ کرتی رہو گی۔" آمنہ کے چہرے پر سوچ کے پڑتے سائے دیکھ کر ندا نے جو اٹل ہے وہ اسے باور کرانے کی کوشش کی۔

"میں کہاں شادی سے انکاری ہوں۔" وہ چاقو سے ونیلا اسفنج کیک کے برابر برابر ٹکڑے کر رہی تھی۔

" کسی رشتے کے لیے ہاں بھی تو نہیں کرتی ہو۔" ندا نے کڑاہی میں فرائز ہلاتے ہوئے اسے دیکھا۔

" میری ایک ہی شرط ہے کہ مجھے اسی شہر میں رہنا ہے تم سب کے قریب۔ کسی دوسرے شہر میں تم سب سے دور جانے کا میں سوچ بھی نہیں سکتی۔" اس نے سلیقے سے کیک کے ٹکڑے پلیٹوں میں جمائے۔"میں نے امی سے بھی کہہ دیا ہے کہ جہاں سب کی مرضی ہو وہاں ہاں کر دیں بس وہ اس شہر کے باہر نہ ہو۔"

" اور اگر اس شہر میں تمھارے لائق کوئی بندہ ملا ہی نہیں تو؟"

" دیکھا جائے گا۔تم ابھی ذرا جلدی ہاتھ چلاؤ۔" ندا جو کمر پہ ہاتھ رکھے اس کی طرف دیکھ رہی تھی، دوبارہ فرائز کی طرف مڑ گئی۔اب وہ اسے کیا بتاتی کہ یہ ہی ڈر تو اس کی بھی نیندیں اڑائے ہوئے تھا۔

" چلیں، محفل برخاست ہو گئی ہے اور سب کو چائے کی طلب ہو رہی ہے۔" تبھی راعیہ واپس آئی۔

" کچھ پتہ چلا؟" آمنہ نے بے صبری سے پوچھا۔

" باہر آئیں، سب پتہ چل جائے گا۔" وہ کیک اور چپس کی پلیٹیں اٹھا کر پھر باہر نکل گئی۔

" اتنا سسپنس!" دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور اپنی رفتار بڑھائی۔

وہ دونوں ابھی کچن سمیٹ ہی رہی تھیں کہ انعم بھابھی اور صبا آپی آ گئیں۔انہوں نے بتایا کہ ماموں جان

کے دوست کے بیٹے کا پرپوزل راعیہ کے لیے آیا ہے اور سب کو پسند بھی آیا ہے۔

جب وہ اماں کے کمرے میں پہنچیں تو سب وہاں سے جا چکے تھے۔اثمان جو کچھ دیر پہلے ہی باہر سے آیا تھا ،اماں کی عدالت میں اپنے اعتراضات پیش کر رہا تھا۔

" راعی تو ابھی بچی ہے۔یہ ندا کی شادی کر دیں یا پھر یہ آمنہ کا رشتہ طئے کر دیں۔" وہ اماں کے پیروں کے قریب فرش پر بیٹھا تھا۔ان دونوں کے نظر آتے ہی اسے ان کی شادیاں بھی یاد آ گئی۔" ویسے بھی راعی ان دونوں سے چھوٹی ہے۔اس لئے ان کو پہلے نکالیں۔بوڑھی ہو رہی ہیں۔"

" ہم بوڑھی نہیں ہو رہیں بلکہ تم بڈھے ہو گئے ہو۔" ندا تلملائی۔

" یہ نصیب کی باتیں ہیں بیٹا۔آج راعیہ کا نصیب جاگا ہے کل آمنہ کے باری ہو گی۔رہی ندا تو پتہ نہیں کس حور پری کا انتظار ہے سفیان کو!"

" تو آنٹی سے کہیں سفیان کو چھوڑیں اور شیبان کو بلائیں مسقط سے اور ان دونوں کی شادی کر دیں۔" اس نے ندا کے دل کی بات کر کے اسے اپنی طرف کرنا چاہا۔" راعی تو بہت چھوٹی ہے۔"

" اللہ تمھاری زبان مبارک کرے!" ندا نے چپکے سے دل میں دعا کی اور اثمان کو گھورا۔

" اب اتنی چھوٹی بھی نہیں ہے راعیہ جتنا تم واویلا کر رہے ہو۔" انعم بھابھی نے کہا۔

" ہاں۔۔۔تم تو چپ ہی رہو۔اتنے دنوں کے بعد کسی فنکشن اور شادی بیاہ کا ذکر ہو رہا ہے یہ نہیں کہ خوشی مناؤ، لگے اعتراض کرنے۔" صبا آپی نے بھی اسے لتاڑا۔

" اماں آپ تو سمجھیں۔۔۔" ان سب سے مایوس ہو کر وہ پھر اماں کی طرف مڑا۔" گھر میں راعی اور عدنان کی وجہ سے ہی تو رونق ہے۔اس میں بھی آپ راعی کو دوسرے گھر روانہ کر دیں گی تو گھر قبرستان لگے گا۔"

" یہ بدفالیں تو منہ سے نہ نکالو۔" اماں نے ہول کر اثمان کے شانے پہ ہاتھ مارا۔

"اس کا ایک حل ہے۔۔۔" اتنی دیر سے سامع بنی راعیہ نے زبان کھولی۔ساری نظریں اس پہ ٹھہر گئیں۔اثمان پورا اس کی سمت گھوم گیا۔"فوراً اثمان بھائی کی شادی کر دیں۔"اس نے سب کے دل کی بات کو زبان دی تھی۔

"سال دو سال میری شادی کا سوچنا بھی مت۔" وہ بدمزہ ہو کر پہلی والی پوزیشن میں پھر اماں کی جانب مڑ گیا۔

"واہ!تو گھر کی رونق کے نام پہ میں شادی نہ کروں!" بے ساختہ ہی راعیہ کی زبان پھسلی تھی۔اگلے ہی پل وہ منہ پہ ہاتھ رکھ کر باہر بھاگی۔سب کے قہقہے بھی راعیہ کے جملے کی طرح بے ساختہ تھے۔

"لو۔۔۔اب یہ اپنے منہ سے خود کہہ رہی ہے۔" اس کی بے باکی پہ اماں کے چہرے پہ حیرانی اور آواز میں صدمہ تھا۔

" کچھ سبق لو اس سے۔۔۔" اثمان نے ندا اور آمنہ کو مخاطب کیا۔" تم دونوں کو بھی خود اپنی زبان سے یہ فرمائش کرنی پڑے گی"

"ارے!اب تم ان معصوم لڑکیوں کو تو مت بہکاؤ۔" صبا آپی نے اس کی پیٹھ پہ دھموکا جڑا۔

"ابھی صرف بات چیت ہو رہی ہے۔آج کل میں شادی تھوڑی نہ کر رہے ہیں۔لڑکے کی نئی نئی نوکری ہے اور اس دور کے لڑکے تو میری سمجھ سے پرے ہیں۔نوکری مل جانے کے بعد بھی انھیں سال دو سال اور تمھارے جیسوں کو تو پتہ نہیں کتنے سال شادی نہیں کرنی ہوتی ہے۔" اماں نے اسے دلاسہ دینا چاہا۔

"ویسے قاعدے سے تو فی الحال بلکہ فوراً تمھاری شادی ہونی چاہئے۔" انعم بھابھی نے اسے گھیرنے کی تیاری کی۔

"میں یہاں راعی کی شادی روکنے کی بات کر رہا ہوں اور درمیان میں آپ میری شادی گھسیٹ رہی ہیں۔"

"تمھارے لچھن دیکھ کر تو ایسا ہی لگتا ہے کہ تمھاری شادی تمھیں گھسیٹ کر ہی کروانی پڑے گی۔" صبا آپی

نے کہا جو چند دن قبل ہی اپنی نند کی جٹھانی کی بیٹی کا پرپوزل لے کر آئی تھیں۔

"ہاں تمھاری شادی ضرور آج کل میں ہو سکتی ہے۔" اماں نے محبت لٹاتی نظریں اشمان پہ ٹکائیں۔

"میری شادی کے لیے ایک عدد لڑکی درکار ہو گی۔ پہلے وہ تو ملے۔" اپنی دانست میں اشمان نے بڑے پتے کی بات کی تھی۔

"لڑکی بھی مل جائے گی، تم حامی تو بھرو۔" اماں نے کہتے ہوئے سب سے بے نیاز، سوچ میں گم، کیک اور چائے سے انصاف کرتی آمنہ کو دیکھا اور ان کی نظروں کا تعاقب کرتی ندا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"صبا آپی، احتشام بھائی آئے ہیں۔" عدنان نے اندر جھانک کر اطلاع دی اور وہیں سے پلٹ گیا۔

"اتنی جلدی آ گئے۔۔۔" صبا آپی کے ساتھ انعم بھابھی بھی چلی گئیں۔

"مجھے بھی ذرا باہر لے چلو۔" اماں نے اٹھتے ہوئے اشمان سے کہا تو وہ انھیں سہارا دے کر باہر لے گیا۔

"تم کس مراقبے میں ہو؟ چلو۔۔۔" آمنہ نے کمرے میں پھیلے سارے کپ اکٹھا کر کے ٹرے میں رکھتے ہوئے ندا کو آواز دی۔

"تمھیں پتہ ہے۔۔۔اماں نے اشمان کے لئے لڑکی ڈھونڈ لی ہے۔" ندا لمبی سانس لے کر کھڑی ہو گئی۔

"ہے۔۔۔۔۔۔کون۔۔؟" اس اچانک خبر پہ وہ حسب توقع چونکی۔

"تم!" ندا نے گویا اطمینان سے دھماکا کیا۔

"آں۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔تمھیں کس نے کہا۔۔۔اماں نے۔۔؟"

"نہیں۔۔۔۔مگر میرا اندازہ بالکل درست ہے۔"

"تم نا۔۔۔۔" آمنہ نے بری طرح اسے گھورا۔ "ٹی وی سیریلز دیکھنا کم نہیں بند ہی کر دو تم۔"

"ذرا صبر کرو۔ جلد ہی میری مرید ہو جاو گی۔" ندا کے پریقین لہجے پہ وہ بڑبڑاتے ہوئے باہر نکل گئی تھی۔

لیکن چند دنوں بعد اماں نے یہ ہی بات اس سے کہیں تو وہ جتنی حیران ہوئی اتنی ہی ندا کے اندازوں اور

قیاسوں کی قائل بھی ہوگئی۔

" میری تو ہمیشہ سے یہ خواہش تھی مگر میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی حالات ایسے ہوگئے تھے کہ یہ خواہش مجھے اپنے تک ہی محدود رکھنی پڑی۔ابھی کچھ دن پہلے نفیسہ نے ذکر چھیڑا۔اس کی بھی سالوں سے یہ تمنّا ہے کہ تم اثمان کی دلہن بنو۔وہ صحیح وقت کا انتظار کر رہی تھی۔اسے لگتا ہے کہ مزید اثمان کی مرضی پہ یہ معاملہ چھوڑا تو وہ خود سے تو شاید کبھی نہ کہے۔اس لئے اب نفیسہ نے جلد ہی اس کی شادی کا فیصلہ کر کے،سب کچھ طے کرنے کے بعد اسے صرف اطلاع دینے کا منصوبہ بنایا ہے۔میں نے سطوت اور ظفر سے بات کر لی ہے وہ دونوں بھی اس رشتے کے لیے راضی ہیں۔"

وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔وہ دونوں کزنز تھے اور دونوں شادی کے لائق! گھر والوں کا ان دونوں کے لیے یوں سوچنا فطری تھا بلکہ ملنے ملانے اور جان پہچان والوں میں تو اکثر کو یقین تھا کہ اندر ہی اندر دونوں کی نسبت طے ہے۔لیکن اس کے لئے پہلی بار تھا کہ یہ خیال اماں کی بات سننے کے بعد اس کے کانوں سے ہوتا ہوا اس کے ذہن و دل تک پہنچا تھا۔ندا کی بات کو اس نے نہ دوبارہ سوچا تھا نہ کوئی اہمیت دی تھی۔

" وہ ایک برا تجربہ تھا،ایک برا خواب جو گزر گیا۔" اماں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ اپنی ہتھیلیوں سے نظر اٹھا کر انھیں دیکھنے لگی۔

" مجھے پورا یقین ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے لیے ہی بنے ہو۔"

" پتہ نہیں۔۔۔اچانک یہ۔۔۔۔۔۔۔میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

" تم آرام سے سوچ کر جواب دو۔مگر زیادہ وقت مت لینا۔"

" آپ نے اثمان سے پوچھا؟" کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے اماں سے سوال کیا۔

" کہہ تو رہی ہوں،نفیسہ سب طے کرنے کے بعد اس سے بات کرے گی۔"

" آپ اثمان سے پوچھیں اگر وہ راضی ہے تو میری بھی ہاں ہے۔" بڑا آسان سا فیصلہ تھا۔

"جیتی رہو۔" اماں نے خوش ہو کر دعا دی۔انہیں یقین تھا کہ اثمان انکار نہیں کریگا۔

شادی اس کے لیے زندگی میں کیے جانے والے کاموں کی طرح ایک کام ہی تھا۔ جسے پورا کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔کسی اجنبی، انجان شخص کے ساتھ اپنی زندگی بانٹنا ہی تھی تو پھر وہ اثمان کیوں نہیں! جو اس کا کزن ہی نہیں دوست بھی تھا اور سب سے بڑھ کر اس کے ماضی سے واقف تھا۔ کچھ توقعات اسے بالکل نہیں تھیں اور وہ جانتی تھی اثمان کو پتہ ہے کہ ایسی ہی کچھ توقعات اس سے وابستہ نہیں کی جاسکتیں۔اور اگر اس کے باوجود بھی وہ راضی ہو جاتا تو اس کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھلا۔

☆......☆......☆

" کوئی کام ہے اماں؟" وہ شاذو نادر ہی یوں اسے کمرے میں بلاتی تھیں۔

"ہاں، بہت ضروری!" راعیہ کے منگنی کی تاریخ طے ہوگئی تھی۔اسے لگا اسی سلسلے میں کوئی کام ہوگا۔

"بتائیں ابھی کیے دیتا ہوں۔" اماں اس کی بات پہ مسکرائیں۔

"وہ ایسے کھڑے کھڑے کرنے والا کام نہیں ہے۔" انہوں نے ہاتھوں سے جھٹک کر صوفے کی نادیدہ دھول صاف کی۔

"بیٹھو یہاں۔" وہ تابعداری سے ان کے بازو میں بیٹھ گیا۔

"اگر تم نے ہم سب کی بات مان لی ہوتی تو آج ہم تمھارے بچے کھلا رہے ہوتے۔" اماں کی تمہید پہ اس نے ایک سرد آہ بھری۔اس کے اس انداز پہ اماں نے اسے کڑی نظر سے گھورا۔ "یہ ہی۔۔۔۔۔۔" انہوں نے انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ " تمھاری ان ہی حرکتوں کی وجہ سے ہم سب نے تمھاری شادی طے کردی ہے۔بس تم یہ بتادو کہ تمھیں آفس سے چھٹیاں کب اور کتنی ملیں گی تاکہ ہم اس کے مطابق آگے کی تیاریاں کریں۔"

"واو۔۔۔!" وہ زور سے ہنس دیا۔" آپ تو اچھا دھمکا لیتی ہیں۔"

"مذاق نہیں، میں سنجیدہ ہوں۔"

"اوکے۔۔۔میں آفس میں بات کرنے کے بعد بتاتا ہوں آپ کو چھٹیوں کے بارے میں۔" وہ ہنستے ہوئے کھڑا ہوا۔"ویسے یہ آپ نے ہی سوچا یا کسی اور کا آئیڈیا تھا؟"

"اس میں سارا گھر شامل ہے۔" ان کی بات پر وہ سر ہلاتا ہوا دروازے کے طرف بڑھا۔

"لڑکی کا نام نہیں پوچھو گے؟" اماں کے مسکراہٹ چہرے پر ہی نہیں آواز اور لہجے میں بھی تھی۔ وہ ٹھٹھک کے رکا۔ اماں کی معنی خیز خاموشی پہ اسے مڑنا ہی پڑا۔

"کیا نام ہے؟"

"آمنہ ظفر!" وہ واپس صوفے پہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

"اماں۔۔۔۔۔۔۔۔آمنہ۔۔۔۔"

"سب طے ہو گیا ہے بڑوں کے درمیان۔ ہر کوئی راضی اور خوش ہے اور جلد سے جلد یہ شادی نپٹانا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔۔"

"آپ سب نے آمنہ سے پوچھا یا میری طرح اسے بھی صرف اطلاع دی ہے؟" وہ ایکدم سنجیدہ ہو گیا۔

"آمنہ سے میں نے خود پوچھا تھا۔"

"پھر۔۔۔؟"

"پھر کیا۔۔۔۔"

"اس نے کیا جواب دیا؟" اشمان کے سوال پر اماں نے جز بز ہو کر اسے دیکھا۔

"اس نے کہا 'اشمان راضی ہے تو میری بھی ہاں ہے'۔"

"اور آپ نے میری مرضی پوچھی ہی کہاں۔" وہ ناراضگی سے بولا۔

"کیوں، تم کیا انکار کرنے والے ہو؟" اماں کی آواز سخت تھی۔

"اگر کر دوں تو؟"

"مجھے پتہ ہے تم انکار نہیں کرو گے۔" ان کے یقین اور اطمینان پہ وہ جھنجھلا گیا۔

"یہ بلیک میل ہے سراسر!" اس کا لہجہ شکایتی تھا۔

"سچ سچ کہو۔۔۔۔آمنہ کے لیے انکار کی کیا وجہ ہے تمھارے پاس؟" اماں نے سیدھا سوال کیا۔

اس نے محبت کی تھی اور بہت، بہت ٹوٹ کے کی تھی۔ان دونوں کا ساتھ بڑا مختصر تھا۔مگر اس مختصر وقت کی محبت سے سنبھلنے میں اسے بہت وقت لگا تھا، بہت وقت! اس نے بے شمار راتیں تڑپتے، روتے اور جاگ جاگ کے گزاری تھیں۔اسے تب لگتا تھا کہ یہ درد کبھی نہ کم ہوگا، نہ ختم ہوگا۔مگر وقت وہ مرہم ہے جو ہر درد کا علاج کر دیتا ہے، ہر زخم کو دھندلا دیتا ہے۔اگر یہ معالج نہ ہو تو کتنی ہی زندگیاں ٹھہر جائیں، رک جائیں۔وہ بھی سنبھل ہی گیا تھا۔

وہ پوری ایمانداری اور خلوص کے ساتھ اپنی آئندہ زندگی بھرپور طریقے سے جینا چاہتا تھا۔اور یہ ہی وجہ تھی کہ وہ اب تک شادی ٹالتا آرہا تھا کیونکہ اسے اب بھی کئی شبہات تھے کہ وہ اس کی زندگی میں آنے والی کے ساتھ صدفی صد مخلص اور ایماندار رہ پائے گا؟ کیا وہ اپنا ماضی اسے بتا پائے گا؟ کیا اسے ماضی کے متعلق بتانا مناسب ہوگا؟ وہ جتنا سوچتا اتنا ہی الجھتا جاتا۔اس کے سینے کا ایک ویران اور تاریک گوشہ نہ آباد ہوتا تھا نہ روشن۔وہاں ابھی بھی وہی وقت ٹھہرا ہوا تھا جہاں محبت اس سے بچھڑی تھی۔اسی کشمکش اور بے یقینی کے کارن وہ اب تک کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔آمنہ سب جانتی تھی۔اس سے کوئی پردہ نہیں تھا۔بطور کزن اور دوست وہ اسے پسند تھی۔فیصلے پر پہنچنے سے پہلے اس نے اپنے اندر کا کچھ جان کر یا انجانے میں، مگر نظر پھیر کر نظر انداز ضرور کیا تھا۔

" کتنا بھی سوچ لو، تمھیں آمنہ کے لئے انکار کی کوئی وجہ نہیں ملے گی۔" اس کی پرسوچ خاموشی پہ اماں نے کہا تو وہ اپنے خیالوں سے باہر نکلا۔

" آپ سب فیصلہ کر ہی چکے ہیں تو اب میں کیا کر سکتا ہوں۔" اس نے مصنوعی بے چارگی طاری کی۔

"جیتے رہو۔" اماں نے اس کی بلائیں لے ڈالیں۔

اثمان آمنہ سے بات کرنا چاہ رہا تھا مگر اگلے دن ہی اسے ہفتہ بھر کے لیے بنگلور جانا پڑا۔ وہ ایم۔فارمیسی مکمل کرنے کے بعد فارماسٹیکل کمپنی میں جاب کرتا تھا۔ جاب کے ساتھ ساتھ اس نے ایم بی اے بھی مکمل کر لیا تھا۔ جس کے بعد اس کے پرموشن کے ساتھ ساتھ اس کے یہ بیرون شہر اور بیرون ملک دورے بھی شروع ہو گئے تھے۔ اس کی واپسی راعیہ کے منگنی والے دن ہوئی تھی۔

☆......☆......☆

وہ ہسٹری کی نوٹس لیکر پڑھنے کے ارادے سے بہت دیر سے سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔ مگر توجہ ہسٹری کے نصاب سے بھٹک بھٹک کر نصابِ محبت میں الجھ رہی تھی۔ جہاں دلنشیں آہٹیں تھیں، قوس قزح جیسے خوابوں کی تتلیاں تھیں اور کسی کی جذبے لٹاتی نظر کے تصور کا اثر تھا کہ مسکراہٹ جو لبوں سے لپٹی تو چھوٹ ہی نہیں رہی تھی۔ یہ عمر کا وہ دور تھا جہاں جذبوں پہ نئی نئی بہار آئی تھی اور یہاں بکھرے رنگوں کا اثر اس کے چہرے کو گلابی کر رہا تھا۔ اثمان گیٹ سے اندر آیا تو اسے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ اس کے رُخ پہ ایک نیا جہان آباد تھا۔ وہ اس کے قریب پہنچ گیا تھا مگر وہ اس قدر اپنے خیالوں میں گم تھی کہ اسے احساس تک نہ ہوا۔ اثمان نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ چونکی۔

" آمنہ، لگتا ہے تمھیں محبت ہوگئی ہے!" آمنہ نے سر اُٹھا کر اثمان کو دیکھا۔ پل بھر کے لیے اس کی آنکھوں میں حیرت اُبھری۔

" ذرا آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنا، یہ جادو صرف محبت ہی کر سکتی ہے۔" اثمان نے اس کے چہرے کے سامنے انگلی دائرے کی شکل میں گھماتے ہوئے کہا۔

" مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔" آمنہ نے سر ہلا کر اس کی تائید کی اور اندر دوڑ گئی۔

ناگوار بو کا احساس اسے ماضی سے حال میں لے آیا، مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔ اس نے جھٹکے سے استری اٹھائی

، نیچے انارکلی کے دامن پر استری کے تلے برابر کا حصہ جل چکا تھا۔اس کی چیخ نکل گئی۔

" کیا ہوا؟" سب اس کی سمت بڑھے۔اس نے اسٹینڈ سے کپڑا اٹھا کر جلا ہوا حصہ سامنے کیا۔

" دھیان کہاں تھا تمھارا؟"

" حد کرتی ہو تم تو!"

" اسے استری کی ضرورت ہی نہیں تھی۔"

" پریس والے کو دینا تھا ناں، خود کرنے کی کیا ضرورت تھی!"

" آخری وقت کے لیے کیوں یہ کام بچا کے رکھا تھا؟"

" اب کیا کروں یہ بتاؤ۔" آمنہ نے بڑے ضبط سے پوچھا کہ ان سب کی باتیں جلے پہ نمک کا کام کر رہی تھی۔" کیا پہنوں اب میں؟" نیا جوڑا شہید ہونے کا دکھ کیا کم تھا اس پہ اب کیا پہنوں کی فکر! وہ روہانسی ہوگئی۔

" کوئی دوسرا ڈریس نہیں ہے تمھارے پاس؟" صبا آپی نے پوچھا۔

" نیا کچھ نہیں ہے۔عید والا ڈریس میں نے نگار آنٹی کے یہاں فنکشن میں پہنا تھا اور آج اس فنکشن کے سارے ہی مہمان ہمارے یہاں بھی ہوں گے۔" یہ اس کا عید والا ڈریس پہنے سے صاف انکار تھا۔

" میری کوئی ساڑی پہن لو۔" صبا آپی نے آفر دی۔

" مجھے نہ آپ کے بلاوز آئیں گے، نہ آپ کے ڈریس! ندا کے کپڑے مجھے چھوٹے ہوں گے اور بھابھی کے بڑے۔ رہی راعیہ تو اس کے کپڑے میرے سر سے نیچے ہی نہیں اتریں گے۔" اس سے پہلے کہ باری باری سب آفر کرتے، اس نے پہلے ہی سب کو رد کر دیا۔

" پھر اب کیا پہنیں گی آپ؟" بیوٹیشن سے میک اپ کرواتی راعیہ کو بھی تشویش نے گھیرا۔

" بھابھی۔۔۔۔۔" آمنہ نے انعم کو مدد طلب پکار لگائی۔انعم بھابھی کا ذہن پہلے ہی بڑی تیزی سے چل رہا تھا۔انہیں خوب اچھی طرح اندازہ تھا کہ اس سچوئشن میں بھی آمنہ بی بی اس کا کیا حل سوچ سکتی ہے۔ جوتے،

جیولری یا ہینڈ بیگز نہیں بلکہ کپڑے اس کی کمزوری تھے۔

" ابھی ان لوگوں کے آنے میں وقت ہے۔آپ اسجد بھائی سے کہیں ناں۔۔۔۔"

" تم اس وقت مارکیٹ جاؤ گی-----؟" صبا آپی نے سدیم کی شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے حیرت سے اس کی بات کاٹی۔

" گھر میں خالہ جان کو پتہ چلا تو سوچ لو کیا حشر کو گا تمھارا۔" ندا نے اسے ڈرایا۔

" کسی کو پتہ نہیں چلے گا۔ بھابھی آپ بھائی کو دیکھیں ورنہ میں ندا کو لے کر جاتی ہوں۔" اس نے اپنی چادر اور ہینڈ بیگ کی تلاش میں نظر دوڑائی۔

" کیا۔۔۔۔۔میں بالکل نہیں آ رہی تمھارے ساتھ۔میری پوری تیاری باقی ہے۔" وہ اپنے کپڑے اٹھا کر باتھ روم میں بھاگی۔

" دیکھتی ہوں۔" بھابھی باہر نکلیں۔

"واہ! آمنہ آپی آپ ہی ایسے وقت میں شاپنگ کا سوچ سکتی ہیں۔" راعیہ سے رہا نہیں گیا۔

" کوئی ایسا ڈریس لینا جس پہ یہ ایکسیسریز چل جائیں۔" صبا آپی نے اس کی جیولری اور سینڈل کی طرف اشارہ کیا۔اس نے ان کی تسلی کے لیے سر ہلایا۔

" اللہ کرے بھائی فری ہوں اور چلنے تیار ہو جائیں۔" اس نے بہ آواز بلند دعا کی۔

" جلدی جاؤ گیٹ کے باہر۔اور پہلی دکان میں جو ہو گا اسی میں سے کچھ لے کر فوراً واپس آؤ۔خبر دار جو تم نے دکانیں کھنگالیں۔۔۔" بھابھی نے اسے تنبیہ کی۔

" جیو بھابھی!" آمنہ نے انھیں گلے لگا کر شکریہ ادا کیا اور چھپتی چھپاتی گیٹ کے باہر آئی۔ جہاں اشمان منتظر تھا۔وہ بنگلور سے کل رات ہی واپس آیا تھا۔اس کے نظر آتے ہی اس نے بائیک اسٹارٹ کی۔

" کہاں جانا ہے؟" آمنہ کے بیٹھنے کے بعد بائیک آگے بڑھاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"بھابھی نے نہیں بتایا؟"

"انہوں نے صرف یہ کہا کہ کسی ضروری کام سے مارکیٹ جانا ہے۔" آمنہ نے اسے شہر کے مشہور بوتیک کا نام بتایا۔

"اس وقت وہاں سے کیا لینا ہے؟"

آمنہ نے دبے لہجے میں اسے کچھ دیر پہلے والا سانحہ گوش گزار کرایا۔

"اس ڈریس کے علاوہ بھی اور کپڑے ہیں نا تمھارے پاس۔۔۔۔تو تمھارے گھر سے وہ لے آتے ہیں۔ابھی شاپنگ کا وقت کہاں ہے۔"

"نہیں ہیں-----" وہ جلدی سے بولی مبادہ وہ بائیک کا رخ گھر کی سمت نہ موڑ لے۔" مطلب نیا ڈریس نہیں ہے۔"

" آئندہ کسی اوکین کی تیاری کرو تو ایک سے زیادہ کپڑے بنوانا تا کہ یہ لاسٹ منٹ شاپنگ کے لیے نہ دوڑنا پڑے۔"اثمان نے مشورہ دیا۔اب وہ اسے کیا بتاتی کہ ہر بار کی طرح اس نے اس بار بھی ایک سے زیادہ کی ہی تیاری کی تھی مگر امی نے جلد متوقع شادی کی دہائی دے کر سب اپنے قبضے میں کر لیے تھے۔

"اگلی بار تمھارا مشورہ یاد رکھوں گی۔"

"اب کیا رو رہی ہو؟" آمنہ کی لمبی خاموشی پہ اثمان نے چھیڑا۔

"اگر اس وقت تم ساتھ نہ چلتے تو ضرور رو رہی ہوتی۔"

بوتیک میں اسے دو اسٹائلش سے پلازو سوٹ پسند آئے تھے۔ ہلکا گلابی اور سلور گرے۔وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کون سا لے۔

"یہ فائنل کر دیں۔"اثمان نے گرے سوٹ اٹھا کر سیلز مین کو تھمایا۔

"یہ کلر شاید مجھ پہ سوٹ نہ ہو۔" آمنہ کنفیوژ تھی۔

"جو بھی ہے ، اب تمھیں اس کا عادی ہونا پڑے گا کیونکہ یہ میرا فیورٹ کلر ہے۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" اس نے گلابی سوٹ پرے کر دیا۔

"ارے واہ! تم تو بڑی فرمانبردار ہو۔"

"زیادہ خوش فہم نہ ہو، پہلی بار ہے اس لیے مان رہی ہوں۔" آمنہ نے جتایا۔ کاؤنٹر پر آمنہ سے پہلے ہی اثمان نے پیمنٹ کر دی۔ "ہماری شادی طے ہونے کی خوشی میں ---- میری طرف سے۔" آمنہ کے اعتراض پر وہ شرارت سے مسکرایا۔

"تو پہلے کہتے ناں۔ یہ تو میں نے اپنے بجٹ کے مطابق پسند کیا تھا۔" اسے افسوس ہوا۔

باہر نکل کر بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے رک کر وہ اس کی طرف پلٹا۔

"آمنہ ---" وہ اسے پکار کر ذرا رکا تھا۔ "تم نے شادی کے لیے ہاں کسی پریشر میں آ کر تو نہیں کی ہے؟"

"نہیں۔ اور تم نے؟"

"پورے ہوش و حواس میں اپنی مرضی سے ہاں کی ہے۔ تم تو سب جانتی ہو، بلکہ میری واحد ہمراز رہی ہو۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میرا گزرا کل کبھی ہمارے لیے مسئلہ نہیں بنے گا۔"

"ماضی تو میرا بھی ہے اثمان۔ تمھیں بھی سب پتہ ہے۔ میں تم سے نہ کوئی وعدہ کر سکتی ہوں نہ ہی کوئی یقین تھما سکتی ہوں۔ میرے لیے دوبارہ محبت ناممکن ہے۔"

"تمھارے ماضی سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ رہی محبت ---- تو ایسا تمھیں لگتا ہے، میرا ماننا کچھ اور ہے۔" خود بائیک پر بیٹھتے ہوئے اس نے آمنہ کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے شرارت سے ڈائیلاگ جھاڑا۔ "مجھے خود پہ اتنا بھروسہ تو ہے کہ تمہیں خود سے محبت کرنے پہ مجبور کر دوں گا۔"

"اوہوں۔۔۔۔!" آمنہ نے زبان سے تو اوہوں ہی کہا مگر دل میں سوچا کہ کاش ایسا ہی ہو۔

☆......☆......☆

http://sohnidigest.com

شادی کے لیے ابھی کوئی تاریخ فائنل نہیں کی گئی تھی لیکن سب بقر عید کے بعد شادی پر متفق تھے۔جس میں ابھی تقریباً ایک ماہ سے زیادہ وقت تھا۔خواتین کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔

آج بھی امی اور خالہ کو لے کر وہ دونوں اماں کی طرف آئی تھیں۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کی اشمان انہیں اسپتال لے کر گیا ہے۔

" کیوں----؟سب خیریت تو ہے؟"

" کئی دنوں سے اماں گھبراہٹ اور بے چینی کی شکایت کر رہی ہیں۔لیکن ڈاکٹر کے پاس اور اسپتال جانے کو بھی تیار نہیں تھیں۔" چھوٹی ممانی بتانے لگیں۔" کل رات سینے میں ہلکے درد کی شکایت کر رہی تھیں اس لیے اشمان نے آج چھٹی کی اور ان کی نہ نہ کے باوجود صبح سے ہی انہیں لے کر نکلا ہے۔"

"اللہ خیر کرے۔" خالہ پریشان ہو اٹھیں۔

"انشاللہ سب ٹھیک ہی ہوگا۔" بڑی ممانی نے تسلی دی۔

"ہاں،اللہ کرے سب ٹھیک ہی ہو۔"امی نے بھی اچھی امید بندھائی۔

"ان کے آنے سے پہلے ہم کچھ کام نپٹا لیں۔۔۔۔" چھوٹی ممانی نے سب کا دھیان بٹانا چاہا۔

"ہاں۔۔۔یہ مہمانوں کی لسٹ بنائی ہے،اب اس میں کون رہ گیا ہے اور کس کو کٹ کرنا ہے آپ دونوں بھی دیکھ لیں۔"امی نے لسٹ نکال کر دونوں کے سامنے رکھی۔

آمنہ اور ندا راعیہ کو ڈھونڈتے ہوئے اماں کے کمرے میں آئیں تو وہ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

"اب تمھیں کیا ہوا ہے؟" آمنہ نے اس کے بسورتی صورت دیکھ کر پوچھا۔

" گھر والے ظالم سماج بن گئے ہیں۔"

"ہے------جہاں تک مجھے یاد ہے تم منگنی شدہ ہو----" ندا کی حیرت بجا تھی۔

"وہ ہی تو-----"

"پہلیاں مت بجھواؤ۔۔۔۔صاف صاف بتاؤ۔"

"عاصم نے ملنے کی اجازت مانگی اور گھر والوں نے منہ اُٹھا کر منع کر دیا۔"

"بالکل ٹھیک کیا۔" آمنہ کے بات پہ راعیہ نے ندا کو دیکھا کہ وہ پرانی منگنی شدہ تھی ضرور اس کا درد سمجھے گی۔

"اتنی لمبی منگنی کے باوجود میں اور شیبان واٹس ایپ پہ گذارا کرتے ہیں۔اور تم چند دن بلکہ چند گھنٹوں کے منگنی میں ملاقات کی اُمید لگا بیٹھی ہو۔۔۔۔۔۔چہ۔۔۔۔۔" ندا نے مظلومیت طاری کی۔آمنہ نے ملامتی نگاہوں سے ندا کو گھورا۔

"تم اسے نئے راستے مت بتاؤ۔اور راعیہ۔۔۔۔گھر والوں نے بالکل ٹھیک کیا۔" وہ اسکے قریب بیٹھ گئی۔

"تو پھر کیا فائدہ انگیجمنٹ کا؟" راعیہ کا موڈ مزید بگڑا۔

" کوئی فائدہ نہیں انگیجمنٹ کا۔یہ تو اس بات کی بھی ہنڈریڈ پرسینٹ گارنٹی نہیں دیتی ہے کہ تمھاری شادی وہی ہوگی جہاں انگیجمنٹ ہوئی ہے۔اس قدر بے اعتبار تعلق کی بنیاد پر قدم بڑھا کر، رشتہ قائم کرنے سے قبل ہی آگے کی منزلیں طے کر لینا سراسر حماقت ہے۔" آمنہ کی بات کوئی رد نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ اپنا تجربہ بیان کر رہی تھی۔اس نے راعیہ کے ہاتھ تھامے۔" راعیہ ہم لڑکیوں کے احساسات قدرے نازک ہوتے ہیں اور دل کے معاملات میں ہم بڑی جلد باز اور خوش فہم ہوتی ہیں۔اک ذرا سے اشارے پہ خوابوں اور خواہشوں کا جہان آباد کر لیتی ہیں۔ اس جلد بازی کی سزا بھی اکثر ہمیں جلد ہی مل جاتی ہے۔ہمارے نصیب کے خوشیاں اور مسّرتیں ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔وہ ہر حال میں ہمیں ملنا ہی ہیں۔اور اگر ذرا سا صبر اور انتظار ہمیں بہت سارے ان چاہے دُکھوں اور تکلیفوں سے بچا سکتا ہے تو عقلمندی صبر اور انتظار میں ہی ہے ناں!"

"آپ شاید ٹھیک کہہ رہی ہیں۔"

"تمہیں پتہ ہے عاصم کی فیملی والے دو سال بعد شادی کا کہہ رہے تھے اور اس بات کی وجہ سے انہیں فوراً

ہی انکار کردیا گیا تھا۔وہ تو انکار کی وجہ جاننے کے بعدوہ لوگ اگلے سال عید کے بعد شادی کے لیے راضی ہوئے تو یہاں بھی سب نے سنجیدگی سے اس پر غور کیا۔ایک ٹھوکر کے بعد کوئی بھی غیروں میں اتنی لمبی منگنی کے لیے تیار نہیں تھا۔پرانی غلطی سے سبق لے کر ہی ملنے سے روکا ہے تمہیں۔" اس کا لہجہ ہی نہیں چہرہ بھی اداس ہو گیا تھا۔

" آمنہ آپی،آپ کی باتوں نے مجھے پوری طرح کنوینس کرلیا ہے۔تھینک یو!" راعیہ مسکرائی۔" لیکن اس بات کے لیے عاصم کی امی نے فون کیا تھا اور انہیں یوں منہ اٹھا کرنا بول دیا، مجھے یہ بالکل اچھا نہیں لگ رہا۔"

" عاصم کی امی سے کس نے بات کی تھی؟"

" شاید اماں نے۔"

" تو پھر پریشانی کس بات کی---اماں نے ہرگز منہ اُٹھا کر انکار نہیں کیا ہوگا۔ان کا سلجھا، مدلّل اور قائل کرنے والا انداز تو تمہیں بھی پتہ ہے۔"

" اور تمہیں بڑی فکر ہو رہی ہے، 'مجھے یہ بالکل اچھا نہیں لگ رہا'۔" ندا نے راعیہ کی نقل اتاری۔

" کیوں نہ ہو-------ہونے والا سسُرال ہے میرا!"

" اماں تمھاری یہ بے باکیاں سن لیں نہ تو کل ہی شادی کر دیں تمھاری۔" آمنہ نے راعیہ کے سر پہ چپت لگائی۔

دوپہر کے بعد اثمان اور اماں بھی آ گئے۔کئی سارے ٹیسٹ ہو چکے تھے اور پرسوں کا انجیوگرافی کا اپائنٹمینٹ تھا۔سب ہی فکر مند ہو گئے تھے۔اماں ہی سب کو تسلیاں دے رہی تھیں۔

☆......☆......☆

اسپتال کے مزید چکر اور انجیوگرافی کے بعد ڈاکٹر نے فوراً انجیو پلاسٹی تجویز کی تھی۔آج چونکہ نجیوگرافی کی رپورٹس ملنا تھی اس لیے سب ہی اماں کی طرف اکٹھا تھے۔آمنہ موسمی نزلہ زکام کی زد میں تھی سو وہ گھر پر ہی

تھی۔اماں کسی طرح بھی آپریشن کے لیے تیار نہیں تھیں۔سب انہیں گھیرے بیٹھے تھے۔

"دوا گولی سے جو علاج ہوتا ہے وہ سب کرواؤں،لیکن یہ چیر پھاڑ والے علاج سے دور رکھوں مجھے۔"

"دوائیوں سے ممکن ہوتا تو آپریشن کی ضرورت ہی کہاں تھی۔"

"اتنی گزر گئی ہے باقی بھی گزر ہی جائے گی۔موت برحق ہے۔نہ یہ آپریشن اسے ٹال سکتا ہے نہ ہی آپریشن نہ کرنا اسے وقت سے پہلے لا سکتا ہے۔"

"یہ سب ٹھیک ہے اماں مگر علاج بھی تو سنت ہے۔" بڑے ماموں بولے تھے۔

"ہاں۔۔۔اور ڈاکٹر نے علاج آپریشن تجویز کیا ہے۔" چھوٹے ماموں نے بھائی کی تائید کی۔

"اس کے بعد آپ کے تکلیف بھی ختم ہو جائے گی۔گھبراہٹ،بے چینی اور درد سے راحت۔کئی دوائیوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔" اثمان صوفے سے اُٹھ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔"اور میں بھی ہاسپٹل کے بار بار کے چکروں سے بچ جاؤں گا۔" اس نے مسکین سی شکل بنائی۔

"تو تم اپنی بچت کروانا چاہتے ہو۔" اس کی بات پہ اماں بھی مسکرائیں۔

"ہاں بالکل!" اس نے اماں کے گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھے۔" آپ دیکھیں سب کتنے پریشان ہیں۔ ایک چھوٹا سا آپریشن،کچھ دن ہاسپٹل میں قیام اور سب مطمئن!" اثمان کی بات پر انہوں نے کمرے میں نظر دوڑائی۔سب کے چہروں سے چھلکتی پریشانی اور آنکھوں کی اداسی سب کی ان کے لیے محبت کی ضامن تھی۔ اس دور میں جہاں گھر کے بزرگ کو ناکارہ اور غیر ضروری ہستی جان کر نظر انداز کیا جانا معمول تھا،سارے خاندان کی ان کے لیے تشویش و فکر ان کے لیے نعمت سے کم نہ تھی۔اماں کی آنکھیں بھر آئیں۔

"ٹھیک ہے،جیسا تم سب چاہتے ہو کرو مگر میری ایک شرط ہے---" انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔سب کے چہرے کھل اٹھے۔

"آپ حکم کریں بس۔" اثمان نے پورے جوش سے کہا۔

" پہلے آمنہ اور تمھاری شادی ہوگی اس کے بعد میرا آپریشن!" اطمینان سے کہتے ہوئے انہوں نے پشت گاؤ تکیے سے ٹکادی۔

" شادی درمیان میں کہاں سے آگئی؟" اثمان کی حیرت قابل دید تھی۔باقی سب کے بھی منہ حیرت سے کھلے رہ گئے تھے۔

" زندگی کا کیا بھروسہ۔اس چیر پھاڑ سے مجھے ویسے ہی خوف آتا ہے۔آمنہ اور اثمان کی شادی میرا دیرینہ خواب ہے۔میں یہ حسرت لے کر مرنا نہیں چاہتی۔" اثمان کو نظرانداز کر کے وہ بیٹے اور بیٹی و داماد کی طرف متوجہ ہوئیں۔

" کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ! کچھ نہیں ہوگا آپ کو، معمولی سا پروسیجر ہے۔" بڑے ماموں نے سمجھانا چاہا۔

" ہاں اماں اور پھر بقرعید کے بعد تو ہے ہی شادی۔" امی بھی ماں کی اس انوکھی فرمائش پر کم حیران نہیں تھیں۔

" یہ آپریشن ہو جائے پھر خوب دھوم دھام سے کریں گے دونوں کی شادی۔" چھوٹے ماموں نے گویا لالچ دیا۔

" میں نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے اب تم سب طے کرو آپریشن ابھی کرنا ہے یا عید کے بعد!"

" حرج ہی کیا ہے ابھی کرنے میں؟" بڑی ممانی اپنے خیالوں سے باہر آکر بولیں اور وہ سب اماں کے فرمائش سے زیادہ ان کی بات پر چونک گئے۔" جلد یا بدیر شادی کرنی ہی ہے تو پھر اماں کے کہے مطابق ابھی کیوں نہیں؟"

" امی آپ-----" اثمان کچھ کہہ رہا تھا مگر اسے نظرانداز کر کے وہ آمنہ کے امی ابو کی طرف مڑیں۔" گھر کی ہی بات ہے۔ہمیں تو صرف آمنہ چاہئے۔جہیز کی کوئی ضرورت نہیں ہے،اس گھر میں آمنہ کے آرام

کی ہر چیز موجود ہے۔سادگی سے نکاح کے بعد ولیمہ کا فنکشن دونوں مل کر کر لیں گے۔مل بانٹ کر تیاریاں بھی ہو جائیں گی۔"وہ پورے پلان کے ساتھ تیار تھیں۔

پھر دو ڈھائی گھنٹے بحث و مباحثے کے بعد آہستہ آہستہ سب کی مزاحمت دم توڑ گئی۔سب کی ہاں ہاں، ناں ناں کے بعد آخر دو دن بعد جمعہ کو نکاح اور سینچر کے دن ولیمہ طے پایا۔

☆......☆......☆

"محبت ہوگئی ہے کیسے پتہ چلے گا؟" آمنہ بڑے انہماک سے اسائنمنٹ مکمل کر رہی تھی۔وہیں اشمان اس قدر مصروف تھا مانو آج ہی اس کے محدود کلیکشن کی ساری کتابیں رٹ ڈالے گا۔

"وہاں اتنے شاعروں کی کتابیں رکھی ہیں، پڑھ ڈالو، سب سمجھ آ جائے گا۔" اس نے سر اٹھائے بنا ہی جواب دیا۔

"ارے وہی پڑھ پڑھ کر تو میں اور کنفیوژ ہو گیا ہوں۔" اشمان نے اس کے آگے پھیلے کاغذات پر ہاتھ رکھ کر اسے مزید قلم چلانے سے روکا۔"میں سریس ہوں۔" آمنہ نے سر اٹھا کے اسے دیکھا۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا تھا کہ تمہیں خضر سے محبت ہوگئی ہے؟"اس نے سیدھا سوال داغا۔

"یہ تو بڑا پرسنل سوال ہے۔" آمنہ نے قلم رکھ کر انگلیاں چٹخائیں۔" تم بھول گئے----یہ تم نے ہی مجھے بتایا تھا۔"

"ہاں اور اب ہیں خود کنفیوژ ہوں۔"

"محبت ہی وہ واحد جذبہ ہے جو اس وسیع کائنات میں ایک سا ہے۔بے غرض، مخلص، شفاف، بے ریا۔یہ کڑی دھوپ میں سر پر سائباں سا ہے تو خنک موسموں میں گرم پناہوں سا اور بارشوں میں یہ آپ کے دریچے سے نظر آنے والا سب سے خوبصورت منظر ہے۔" چند پل کے توقف کے بعد محبت کی دنیا کی نئی نئی باسی آمنہ بی بی نے اپنا فلسفہ بیان کیا۔

"یہ سب تو ٹھیک ہے۔محبت ہوگئی ہے یہ کیسے پتہ چلے گا؟ کوئی اشارہ،کوئی ہنٹ ؟" بے قراری اثمان کے انگ انگ سے جھلک رہی تھی۔

"پہلے یہ بتاؤ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" آمنہ نے مشکوک نظریں اثمان کے چہرے پہ جمائیں۔

"ایسے ہی یار! یہ 'ترکش' پڑھ رہا تھا تو خیال آیا۔" اس نے ہاتھ میں پکڑی جاوید اختر کی 'ترکش' اس کے سامنے کی۔" تم اپنا تجربہ بتاؤ۔کوئی تم سے پوچھے تو تم کیا کہو گی؟" اس کی سوئی وہی اٹکی تھی۔

"میرا تجربہ۔۔۔۔" آمنہ نے رک کر اسے بغور دیکھا۔" ویسے مجھے شک ہے کہ تم میرا تجربہ جاننا چاہ رہے ہو۔مجھے لگ رہا ہے کہ تم اپنے لیے کچھ کنفرم چاہتے ہو۔"

"دراصل میں۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ جھجکتے ہوئے بولا تو آمنہ نے ہاتھ اٹھا کر روکا۔

"زبردستی نہیں، جس دن تمہیں لگے بتانا چاہیے اس دن شیئر کرنا۔"

"اچھا تم بتاؤ تو۔۔۔" اس کی بے صبری اور اصرار ہنوز برقرار تھا۔چند لمحے سوچنے کے بعد آمنہ گویا ہوئی تھی۔

"اپنی آنکھیں موند کر روح کی گہرائیوں اور دل کی شدتوں سے محبت کو پکارو اور اس پکار کے جواب میں جو چہرہ تمہیں نظر آئے وہ تمھاری محبت ہے۔"

"یہ تو بڑا فلمی سا ہے۔" اثمان نے کہا تو وہ برا مان گئی۔

"پوچھ کیوں رہے ہو پھر۔۔۔۔۔۔کوئی اشارہ،کوئی ہنٹ۔۔۔خود ہی ڈھونڈ لو ناں۔"

"سوری۔۔۔۔" وہ ہاتھ میں پکڑی کتاب رکھ کر کھڑا ہو گیا۔" تھینک یو۔" ایک ہی سانس میں سوری اور تھینک یو کہہ کر وہ آگے بڑھا۔

" کہاں جا رہے ہو اب؟" اس کے عجیب روّیے پہ آمنہ نے پیچھے سے آواز لگائی۔

"آنکھیں موندنے!" اس نے پیچھے مڑے بنا جواب دیا تھا۔

سالوں تک وہ اس کی واحد رازدار رہی تھی۔اس کے شادی کے لیے مسلسل انکار پر ایک دن ندا جاسوسوں کی طرح سوچ بچار کے بعد ان دیکھی کڑیوں سے کڑیاں ملا رہی تھی تب آمنہ نے اسے میراں کے متعلق بتا دیا تھا۔

بند ناک کھولنے کے لیے وہ گرم پانی اور وکس کی بھاپ لے رہی تھی۔ندا جب کمرے میں آئی تو سامنے رکھے بڑے سے پیالے کا پانی ٹھنڈا ہو چکا تھا اور آمنہ تولیہ ہاتھ میں پکڑے گہرے خیالوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

" یہ آج کل تم بار بار مراقبے میں کیوں چلی جاتی ہو؟" ندا نے اس کے ہاتھ سے تولیہ کھینچا تو وہ حال میں واپس آئی۔

" آں۔۔۔۔کیا ہوا وہاں؟ سب ٹھیک؟"

" مبارک ہو!" ندا نے اس کو اٹھا کر گھمایا۔

" اماں کی رپورٹ اچھی ہے؟" آمنہ کے سوال میں خوشی اور بے یقینی دونوں تھے۔

" نہیں۔۔۔۔"

" تو مبارکباد کس بات کی دے رہی ہو۔۔۔ہٹو پرے۔۔۔" آمنہ نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑایا۔

" جمعہ کو نکاح اور اگلے دن ولیمہ۔۔۔۔۔اس کی مبارکباد دے رہی ہوں۔"

" کس کا نکاح، کس کا ولیمہ۔۔۔" وہ بند ناک سے پہلے ہی پریشان تھی اس پر ندا کی پہیلیاں----وہ جھنجھلا گئی۔

" تمھارا اور اشمان کا۔۔۔!" رومال سے سرخ ہوتی ناک رگڑتا اس کا ہاتھ وہیں تھم گیا۔تبھی امی اور بھابھی اندر آئیں۔

" دو دن کی مہمان ہے میری بیٹی۔" امی نے سوں سوں کرتی آمنہ کو گلے لگایا۔اشمان کو داماد کے روپ میں

دیکھنا ان کی بھی دیرینہ اور 'سیکریٹ' خواہش تھی۔

"ندا اسے ابھی کارنر والے کلینک لے جاؤ۔۔۔ تین چار دن سے گھریلو ٹوٹکے ہی آزما رہی ہے یہ۔" بھابھی نے ندا کو کام سے لگایا۔ "سوں سوں کرتی دلہن کیا اچھی لگے گی بھلا۔"

"ہو کیا رہا ہے---؟" اس نے باری باری تینوں کو دیکھا۔ ندا نے فاسٹ فارورڈ میں اسے سارا ماجرا سنایا۔

"تو آپریشن کب ہے؟"

"کل اثمان ڈاکٹر سے مل کر اپائمنٹ لے گا۔"

"میں ابھی اماں سے بات کرتی ہوں۔" بھابھی اور امی دونوں کو ڈاکٹر کے پاس جانے کی ہدایت دے کے کمرے سے نکلیں تو اس نے فون اٹھایا۔ وہ ایسے وقت میں جب پتہ ہو کہ اثمان گھر پر ہے، اسی کے سیل پر کال کر کے اماں سے بات کرتی تھی۔ ورنہ پھر راعیہ یہ ممانی کے سیل پر۔ کال لاگ میں سرچ کرتے ہوئے اس نے اثمان کا نمبر نظر انداز کر کے راعیہ کا نمبر ڈائل کیا۔

"ہیلو---" دوسری طرف سے اثمان کی آواز سن کر اس نے اپنے 'ہیلو' کو روکنے کے لیے لب بھینچے۔

"ہیلو----آمنہ----تم ہی ہوناں----؟"

"اماں کو دینا ذرا فون۔" اس نے قصداً اپنا لہجہ تحکم بھرا کیا۔

"پہلے مجھ سے تو بات کر لو----" اس کی آواز اس کے خوشگوار موڈ کا پتہ دے رہی تھی۔ "مبارک ہو ہماری شادی ہے جمعہ کو۔" مبارک باد دے کر وہ ہنس دیا۔

"تمھیں بھی مبارک!" اس کی ہنسی نے آمنہ کو بھی مسکرانے پہ مجبور کر دیا۔

"انھیں دیکھو---" ندا آمنہ کے پاس آئی۔ "دو دن رک جاؤ، ایسی بھی کیا بے صبری!" فون کے قریب چہرہ کر کے وہ چلاّئی۔

"شیبان اور تمھارے اتنا صبر ہمارے پاس نھیں ہے۔" اثمان کا جواب آمنہ نے لفظ بہ لفظ ندا تک پہنچا دیا۔

"تم دونوں تو بڑے چھپے رستم نکلے!" وہ اسے جلد باہر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے چلی گئی۔

"طبیعت کیسی ہے ابھی اماں کی؟"

"الحمدللہ! سب سے زیادہ وہ ہی ایکسائیٹڈ ہیں۔ تیاریوں میں مصروف۔"

"ارے-----انھیں آرام کرنے دو، طبیعت نہ بگڑ جائے کہیں۔"

"تمھیں کیا لگتا ہے یہاں ہم ان سے کام لینا چاہتے ہیں؟"

"میرا وہ مطلب نہیں تھا-----"

"وہ بہت خوش ہیں آمنہ! عدنان کی پیدائش کے بعد آج میں نے انھیں دوبارہ اس قدر خوش دیکھا ہے۔ اوران حالات میں شادی کے باوجود اماں اور سب اس قدر خوش ہیں کہ میں سوچ رہا ہوں کہ میں نے بہت پہلے ہی تم سے شادی کیوں نہ کرلی؟"

"ذرا بات تو کرواو اماں سے میری۔"

"سب اماں کے روم میں جمع ہیں۔ راعیہ کا فون یہاں ہال میں تھا۔" وہ اٹھ کر ان کے کمرے کی طرف بڑھا۔ "ویسے تم نے مجھے کال نہیں کر کے راعیہ کو فون کیوں لگایا؟"

"ایسے ہی-----مجھے لگا-------" وہ درست بہانہ سوچتے ہوئے رک رک کر بول رہی تھی۔

"کہیں تم مجھ سے شرما تو نہیں رہی تھی؟" اپنی بات کا مزہ لے کر اس نے قہقہہ لگایا۔ "ذرا سیلفی تو بھیجو ایک اپنی۔ میں نے آج تک تمہیں شرماتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔"

"اثمان-------!" وہ احتجاجاً چیخی تھی۔ "میں فون رکھ رہی ہوں۔"

"ارے رکو----دے رہا ہوں اماں کو۔ بات کرو۔"

☆......☆......☆

رشتہ داروں اور عزیز و اقارب کو فون پہ دعوتیں دے دی گئی تھیں۔ آمنہ کا ددھیال بھی مختصر ہی تھا۔ ایک چاچا

فیملی کے ساتھ سعودی میں مقیم تھے۔ان کا آنا تو ممکن نہیں تھا۔پھوپھو قریبی شہر میں رہتی تھیں۔وہ جمعرات کی صبح پہنچنے والی تھیں۔اگلے دن ان سب کو اپنی شاپنگ نپٹانی تھی۔

"افوہ ندا، تمہیں سب پنک کے ہی شیڈز پسند آرہے ہیں۔ابھی تم نے دو سوٹ اسی کلر میں لیے ہیں۔"
صبا آپی نے اس کے ہاتھ سے گلابی ریڈی میڈ سوٹ لے کر ایک طرف کیا۔

"پھر یہ باٹل گرین کیسا رہے گا؟" ندا نے سامنے لگے ڈھیر سے دوسرا سوٹ کھینچا۔

"ندا آپی، گرین کلر مجھے لینا ہے اس لیے آپ اس پہ نظر نہ ڈالیں۔کوئی اور کلر چوز کریں۔" راعیہ نے ندا کے ہاتھ سے پکڑا سوٹ لے کر واپس رکھا اور آمنہ کا صبر جواب دے گیا۔

"لیڈیز! آپ میری یعنی دلہن کی شاپنگ کے لیے آئی ہیں اور میرے لیے ابھی تک ایک عدد دوپٹہ تک نہیں لیا ہے۔"

"وہ اس لیے کہ آپ ہستئی خاص ہیں اور ہم نے آپ کے لیے اسٹائلسٹ کا انتظام کیا ہے جو آپ کو شاپنگ کروائے گا۔" راعیہ نے اسے تسلی دینا چاہی۔

"لو آ گیا تمھارا اسٹائلسٹ بھی۔" بھابھی نے اس کے شانے کے اوپر سے باہر دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے بھی مڑ کے دیکھا۔باہر اشمان اپنی بائیک کھڑی کر رہا تھا۔

"یہاں اشمان کا کیا کام؟" اس نے سچ میں سر پکڑ لیا۔

"تمھاری شادی کی شاپنگ ہم اشمان کے جیب سے کریں گے۔" ندا نے ان چاروں کا منصوبہ بتایا۔

"اسے کیا ہوا؟" اشمان اندر آیا تو آمنہ پر نظر پڑتے ہی پوچھا۔

"آمنہ نہیں چاہتی کہ ہم تمھاری پسند سے شاپنگ کریں۔" صبا آپی نے اسے مزید چھیڑا۔

"اچھا-----: اشمان نے منھ پھلائے بیٹھی آمنہ کو دیکھا۔ "اٹھو!" آمنہ اسے دیکھنے لگی۔

"اٹھو تو سہی۔" اشمان نے اسے اشارہ کیا۔

" آپ لوگ آرام سے اپنی شاپنگ کریں۔شام میں گھر پر ملتے ہیں۔" دروازے کے طرف جاتے ہوئے اس نے آمنہ سے کہا۔" چلو۔" آمنہ کو جیسے ہی سمجھ آیا وہ ایک دل جلانے والی مسکان ان سب کی طرف اچھال کر اثمان کی پیچھے دوڑی۔وہ چاروں آنکھیں پھاڑیں، منہ کھولیں، دیکھتی رہ گئیں۔

شام میں وہ دونوں اپنی شاپنگ کر کے گھر لوٹے تھے۔اثمان کو پہلی بار پتہ چلا کہ آمنہ کو کپڑوں کا کس قدر شوق ہے اوراس کے بعد اس کی دلچسپی جوتوں اور سینڈلز میں تھی۔۔اور آمنہ نے جانا تھا کہ اثمان کو ہیوی جیولری پسند نھیں اور وہ پولونیک والے ٹی شرٹس بھی نہیں پہنتا ہے۔

☆......☆......☆

" یار یہ شادی تو بہت تھکا دینے والا کام ہے۔" اندر آتے ہی اثمان بیڈ کے کنارے بیٹھ کر جوتے نکالتے ہوئے بولا۔

جوتے اتار کر اس نے اپنا رخ گھونگھٹ میں چھپی آمنہ کی طرف کیا۔" تم اس طرح کیوں بیٹھی ہو؟"

" تاکہ تم میرا گھونگھٹ اٹھا کر مجھے رونمائی دے سکو۔"

" اوہو۔۔۔۔وہ ضروری ہے کیا؟ میں تو بھول ہی گیا۔" اس نے جیسے اچانک یاد آنے پر پیشانی پہ ہاتھ پھیرا۔

" کوئی بات نہیں تم ابھی جا کر لے آؤ، میں ایسے ہی ویٹ کرتی ہوں تمھارا۔" گھونگھٹ کے اندر ہی سر اٹھا کر آمنہ نے اسے دیکھا۔

اثمان نے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے پہ پڑا دوپٹہ اٹھا کر اس کے سر پر رکھا۔

" ماشااللہ! تم تو بڑی پیاری لگ رہی ہو۔" آمنہ جو اسے ہی دیکھ رہی تھی، گردن جھکا گئی۔" پارلر والوں کی محنت بے کار نہیں گئی۔" آمنہ نے جھٹ سر اٹھا کر اسے گھورا۔

" کوئی پارلر والوں کی محنت نہیں ہے۔یہ صبا آپی کا کمال ہے۔اور سب نے ہی کہا کہ میں اچھی لگ رہی

ہوں۔" وہ ناراض ناراض سی سر جھکا کر مہندی سے سجی اپنی ہتھیلیاں دیکھنے لگی۔

" واقعی اچھی لگ رہی ہو۔رشتہ بدلا ہے تو نظر بھی بدل گئی ہے۔" اثمان کی آواز بہت دھیمی اور پر سوچ تھی۔

" اثمان-----" کتنی ہی دیر تک جب اس کی نظروں کا زاویہ نہ بدلا تو آمنہ نے سرگوشی میں ٹوکا۔وہ اپنے خیال سے باہر آیا۔

" سارے حقوق اپنے نام لکھوانے کے بعد یہ جسارت کر رہا ہوں یار،تم روک نہیں سکتی۔" اثمان نے اس کی مہندی سے سجی ہتھیلیاں اپنے ہاتھوں میں لیں۔" شادی مبارک ہو!" آمنہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

" تمہیں بھی مبارک!" وہ دونوں ایک ساتھ ہنس پڑے۔

" تمھاری رونمائی۔" اثمان نے شیروانی کی جیب سے لمبا سا باکس نکالا۔

" مجھے ایک پل کے لئے لگا تم سچ میں بھول گئے ہو۔"

اثمان نے باکس کھول کر سلور چین نکالی جس میں چھوٹا سا ہارٹ شیپ پینڈنٹ جھول رہا تھا جس کے ایک کونے میں ننھا سا ڈائمنڈ چمک رہا تھا۔

" اثمان-----یہ-----یہ----ڈائمنڈ ہے؟" اثمان نے چین کا لاک کھولتے ہوئے ھنکار بھرا۔

" اثمان----یہ اتنا مہنگا-----اس کی کوئی ضرو-------" اس انکشاف پہ وہ سچ میں ششدر تھی۔

اثمان نے اشارے سے اسے پہنانے کی اجازت طلب کی۔ذرا سا آگے ہو کر آمنہ نے گردن جھکائی۔اس کے گلے میں چین ڈال کر وہ اندازے سے پیچھے لاک بند کرنے کی کوشش میں تھوڑا آگے کھسکا اور آمنہ کا سر اس کے شانے سے جا لگا۔آمنہ کی دھڑکنوں کی رفتار ستّر فی منٹ سے بڑھ کر دوگنی ہوگئی تھی۔

" تمہیں پسند تو آیا ناں؟" پیچھے ہو کر اثمان نے پوچھا۔

" ھم----بہت خوبصورت ہے۔" اس نے انگلیوں سے پکڑ کر پینڈنٹ سامنے کیا۔اس کا چہرہ سرخ تھا اور پلکوں کی لرزش اثمان سے چھپی نہیں تھی۔

"آمنہ۔۔" اشمان نے ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھاما اور دوسرے ہاتھ سے اس کا چہرہ تھام کر اونچا کیا۔ "آج سے ہم۔۔۔۔۔" اچانک ہی باہر کوئی بڑی بے دردی سے دروازہ پیٹ رہا تھا۔

"اس وقت۔۔۔" دونوں سے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"بھائی۔۔۔۔اشمان بھائی۔۔۔۔" راعیہ دروازہ پیٹنے کے ساتھ ساتھ اسے بھی پکار رہی تھی۔ اشمان چھلانگ لگا کر دروازے تک پہنچا تھا۔

"اماں۔۔۔ بھائی ان کی طبیعت بگڑ رہی ہے" آنسوؤں کے درمیان راعیہ بمشکل بول پا رہی تھی۔ اشمان اماں کے کمرے کی سمت دوڑا۔ اس کے پیچھے اپنا لہنگا سنبھالتی آمنہ اور روتی راعیہ۔

آپ کتنی ہی منصوبہ بندی کر لیں ہونی کو نہیں ٹال سکتے۔ اماں کو فوراً اسپتال لے جایا گیا جہاں ڈاکٹر نے انہیں آئی سی یو میں ایڈمٹ کر لیا تھا اور ان کی حالت تشویشناک بتائی تھی۔ شادی کے تھکے ماندے لوگ کچھ اسپتال میں اور باقی گھر میں دعاؤں میں لگ گئے۔ اور سب کی دعاؤں کا اثر تھا کی صبح سات بجے کے قریب ڈاکٹر نے اماں کے سٹیبل ہونے کی خبر دی۔ تب اسپتال سے سب نے زبردستی اشمان کو گھر روانہ کیا جو ابھی تک شیروانی میں ہی گھوم رہا تھا۔ اسپتال سے فون آنے کے بعد گھر میں بھی سب ذرا مطمئن ہوئے۔

"آمنہ تم بھی جا کر ذرا آرام کرو۔" چھوٹی ممانی نے روئی روئی تھکی تھکی آمنہ سے کہا۔

"ہم اماں کو دیکھنے کب جائیں گے؟"

"ابھی تو وہ آئی سی یو میں ہی ہیں جہاں کسی کو بھی ملنے کی اجازت نہیں ہے۔" بڑی ممانی اس کے پاس آئیں۔ "بیٹا معاف کرنا، تمھارا پہلا ہی دن۔۔۔۔۔۔۔"

"ممانی۔۔۔۔۔" وہ سراپا احتجاج بن کر بولی۔ "آپ اس طرح شرمندہ تو نہ کریں۔"

"آپ کی بہو بڑی سمجھدار ہے بھابھی۔" چھوٹی ممانی نے ماحول کی سوگواریت دور کرنی چاہی۔

"وہ تو ہے!" بڑی ممانی نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ "اور یہ میری نہیں تمھاری بھی بہو ہے۔"

اثمان کے ساتھ اسجد بھائی بھی آئے تھے اور انہوں نے اثمان کو کمرے میں دھکا دے کر اسے سونے کی تاکید کر کے باہر سے دروازہ بند کر دیا تھا۔

"اماں کیسی ہیں؟ تم ملے ان سے؟"

" ملا تو کوئی نہیں، ڈاکٹر سے ہی بات ہو رہی ہے بس۔ ابھی اللہ کا شکر ہے بہتر ہے بٹ ڈاکٹر نے فوراً آپریشن کا اشارہ دیا ہے" وہ الماری سے اپنے کپڑے نکال کر پلٹا۔ نیند اور تھکن سے اس کا برا حال تھا۔" تم بھی ساری رات جاگی ہو، کچھ دیر آرام کرلو۔" آمنہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ رات میں اسے دلہن کے روپ میں چھوڑ کر گیا تھا اور اب اس کے سامنے سادہ سے حلیے میں روئی، اداس سی آمنہ کھڑی تھی۔ وہ اس کے قریب آیا۔

" سوری آمنہ۔۔۔ تمہیں یہ سب۔۔۔۔۔"

" اثمان! تم کیا سمجھتے ہو مجھے۔۔۔؟" اس نے خفا ہو کر اس کی بات کاٹی۔ اس کی ناراضگی محسوس کر کے اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

" گڈ گرل۔" ایک تھکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ ابھری۔

وہ واش روم میں چلا گیا۔ بیڈ پر رات کی آرائش اسی طرح موجود تھی مگر پھولوں اور پتیوں کے تازگی دم توڑ چکی تھی۔ آمنہ نے سارے پھول پتے سمیٹے۔ وہ سب ڈسٹ بن میں ڈالنے کے لیے اس کا دل نہیں مان رہا تھا۔ اِدھر اُدھر نظر دوڑانے کے بعد کچھ سوچ کر اس نے سوٹ کیس کھول کر اپنا نیا نمار والا دوپٹہ نکالا اور سب اس میں بھر کر لپیٹ کر الماری کے نچلے خانے میں ڈال دیا۔ وہ الماری بند کر رہی تھی تبھی اثمان بھی نہا کر واش روم سے باہر نکلا۔

"سوئی نہیں ابھی تک تم؟" اپنا تکیہ درست کر کے لیٹتے ہوئے اس نے آمنہ کو دیکھا۔

" ہاں بس سو ہی رہی ہوں۔" وہ بھی تکیے پہ سر رکھ کر لیٹ گئی۔ چند منٹوں میں ہی دونوں گہری نیند سو چکے تھے۔

اس کی آنکھ کھلی تو گھڑی تین بجا رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر پہلے ظہر کی نماز پڑھی۔ باہر جانے کے لیے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو یاد آیا اسجد بھائی باہر سے لاک کر کے گئے ہیں۔ اسے بھوک بھی لگی تھی لیکن وہ دروازہ بجا کر یا آواز دے کر اثمان کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اثمان کے کمرے میں شاذونادر ہی آتی تھی اور اب وہ سارے کمرے کا تفصیلی جائزہ لے چکی تھی۔ اس کو سب یاد ہو گیا تھا کہاں کون سی چیز رکھی ہے۔ پھر وہ سوٹ کیس اور بیگز میں بھرا اپنا سامان الماری میں جمانے میں جٹ گئی۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ الماری کے پٹ بند کر رہی تب اثمان اٹھا۔

" تم نے جگایا کیوں نہیں مجھے؟" وہ وقت دیکھ ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔ " ڈاکٹر آپریشن کی ٹائمنگ بتانے والا تھا۔" وہ واش روم سے وضو کر کے باہر آیا تو وہ ہنوز وہی کھڑی تھی۔

" کیا ہوا؟" اس نے جائے نماز بچھاتے ہوئے اسے دیکھا۔

" دروازہ باہر سے بند ہے اور اب بھوک مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی۔"

" بے وقوف لڑکی۔۔۔" اس نے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھا کر راعیہ کو کال لگائی۔" دروازہ باہر سے لاک ہے، کھلوا آ کر۔" فون واپس رکھ کر اس نے آمنہ کو دیکھا۔" یہ کام تم بھی کر سکتی تھی۔ یونہی کب سے بھوکی پیاسی بیٹھی رہی۔"

" ہاں مجھے اس کا خیال ہی نہیں آیا۔" اس نے تعجب سے کہا۔ کبھی کبھی ہوتا ہے بالکل آسان ساحل ہمارے ذہن میں نہیں آتا ہے نہ ہی سامنے کی چیز نظر نہیں آتی ہے۔

باہر سے دروازہ کھول کر ندا اندر آئی تھی۔ سارا ہی خاندان جمع تھا۔ ولیمہ کی دعوتیں فون کر کر کے کینسل کی گئی تھیں۔ جو قریبی لوگ موجود تھے اور اماں کی بیماری کا سن کر جو آ رہے تھے، ان ہی کی ولیمہ کی نیت سے دعوت کر دی گئی تھی۔ اگلے دن اماں کا آپریشن بھی ہو گیا اور کامیاب رہا تھا۔ وہ بھی ان سے جا کر مل آئی تھی۔ آپریشن کے بعد ہفتہ بھر وہ اسپتال میں تھیں اور سب کی ڈانٹ پھٹکار اور واویلوں کے بعد بھی اثمان ان کے ساتھ ہی

رہا۔اس کے پاس وجہ تھی کہ شادی کیے لیے اس نے چھٹیاں لے رکھی تھیں اور کسی اور کو چھٹیاں نہیں تھیں۔

آج اماں ڈسچارج ہو کر گھر آئی تھیں۔اور ان کا جشن صحت منانے کے لیے بڑی ممانی نے سب کو کھانے پر مدعو کیا تھا۔آج سب صحیح معنوں میں ریلکس ہو کر شادی کی خوشی بھی منا رہے تھے۔

"یہ۔۔۔۔۔" ندا کی نظر اس کے گلے میں جھولتی چین پر آج پڑی تھی۔

"ڈائمنڈ ہے اور اثمان نے دیا ہے۔"اس کا تحیر دیکھ کر آمنہ مسکرائی۔

"میرے خدایا!اثمان کو اتنی پرانی بات یاد ہے۔"

" کون سی بات؟"

"اے لو۔۔۔۔۔تم بھول گئی۔۔۔۔اور دیکھ لو اثمان کو یاد رہا۔"

" کیا۔۔۔؟"اس نے ذہن پر زور ڈالا۔

" تم نے انعم بھابھی کی رونمائی دیکھ کر کیا کہا تھا؟" ندا کے کہنے پر یادداشت کے کسی گوشے سے نکل کر وہ منظر چھم سے اس کے سامنے آ گیا۔

انعم بھابھی کو ملی انگوٹھی دیکھتے ہوئے کسی نے سب سے ان کی من پسند رونمائی پوچھی تھی۔

بھابھی کی چھوٹی بہن کو بریسلیٹ چاہیے تھا۔

ندا کو انگوٹھی ہی پسند تھی لیکن ہر انگلی کے لیے ایک!

کسی کو اس زمانے میں بھی پازیب کی خواہش تھی تو کسی کو کنگن۔

" کوئی بھی جیولری ہو بس ڈائمنڈ ہونا چاہئے اس میں۔"سب سے آخر میں آمنہ نے اپنی خواہش بیان کی تھی۔

" ہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔" اثمان کے قہقہے پہ وہ سب چونک گئی تھیں۔ باتوں میں مگن وہ سب اس کی موجودگی فراموش کر چکی تھیں جو وہاں کھڑکی کا ٹوٹا لاک درست کر رہا تھا۔

"سب کو تو شاید مل بھی جائے مگر آمنہ کا ڈائمنڈ۔۔۔۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔۔۔"

"نکلو تم یہاں سے۔۔۔ بھابھی نے سسرال میں پہلی بار رعب استعمال کر کے اسے باہر نکالا تھا۔

ان سے ذرا فاصلے پر احتشام بھائی اور اسجد بھائی کے ساتھ بیٹھے اثمان نے اسی وقت اس کی طرف دیکھا۔ تازہ بہ تازہ انکشاف کا اثر صاف اس کے چہرے پر بکھرا تھا۔

" کیا ہوا؟" اثمان نے اشارے سے پوچھا۔ آمنہ نے پینڈنٹ پکڑ کر اونچا کیا۔

" تھینک یو!" بے آواز اس کے لب ہلے تھے۔ اس کے گلے میں چین پہناتے ہوئے اثمان کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنی کہی بات بھول چکی ہے۔

" مائی پلیئر!" سر ذرا سا خم کر کے اس نے بھی بے آواز کہا۔ ان دونوں کا بغور معائنہ کرتی ندا سے رہا نہیں گیا۔

" جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے اور انڈرسٹینڈ ینگ دیکھو تم دونوں کی۔۔۔۔"

" انڈرسٹینڈ ینگ تو ہماری شادی سے پہلے بھی اچھی ہی تھی۔"

" ہاں یہ بھی ہے۔" ندا نے اعتراف کیا۔" اب دیکھیں ہمیں کیا ملتا ہے۔"

" فکر نہیں کرو، میں خود شیبان بھائی تک تمھاری خواہش پہنچا دوں گی۔" آمنہ نے حقِ دوستی ادا کیا۔

" تم دونوں کو جانا ہے ناں۔۔۔۔ تو اٹھ جاؤ اب۔" صبا آپی نے آکر ان کی باتوں میں بریک لگایا۔ آج ان دونوں کی مشترکہ سہیلی کی شادی تھی۔" ہم لوگ جاتے ہوئے تم دونوں کو ڈراپ کر دیں گے۔"

شادی کے بعد وہ پہلا فنکشن اٹینڈ کرنے جا رہی تھی اور اس حساب سے ندا اور راعیہ نے اس کو خوب دل لگا کے تیار کیا تھا۔ نئی دلہن کو اس بارے میں بولنے کی اجازت نہیں ہوتی کہہ کر اس کی ایک نہ سنی گئی تھی۔

اچانک ہی آٹھ بجے کی بعد بے موسم بارش شروع ہو گئی تھی۔ دس بجے آمنہ نے فون کر کے کسی کو لینے آنے کے لیے کہا تو اثمان ان دونوں کو لینے پہنچا تھا۔ ہال سے کار تک آتے ہوئے بھی دونوں کافی بھیگ چکی تھیں۔ ندا کا

قیام بھی آج ادھر ہی تھا۔ گھر پہنچے ہی تھے کہ آمنہ کو لگا تار تین چار چھینکیں آئیں اور بڑی ممانی نے اسے فوراً کپڑے بدلنے کمرے میں بھیج دیا۔ ورنہ وہ سب کے ساتھ کافی پینے کے موڈ میں تھی۔

اثمان کافی سے معذرت کر کے کمرے میں آیا تو وہ بیڈ کے کنارے پہ ٹکی ہاتھوں سے اپنی ایڑیاں دبا رہی تھی۔ وہ بلاک ہیلز یا پھر ویجز پہنتی تھی۔ پینسل ہیل کی اسے عادت نہیں تھی۔

"یہ ندا نے دیا ہے۔" اثمان نے اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے کلچ اس کی طرف بڑھایا۔ اس کے ہاتھ سے کلچ لے کر آمنہ ڈریسنگ ٹیبل تک آئی۔

" کیسی رہی شادی؟"

" بہت اچھی! تمھیں پتہ ہے۔۔۔" وہ پر جوش سی اس کی طرف مڑی۔ " روشن اور آصف کی یہ لو میرج ہے۔ دونوں کے گھر والے تیار نہیں تھے پورے پانچ سال لگے انھیں منانے میں ان دونوں کو۔"

اثمان نے صرف 'ہم' پر اکتفا کیا۔ اس کی ساری توجہ آمنہ میں الجھی تھی۔ سیاہ اور سرخ امتزاج کی ساڑھی، چوڑیوں سے بھری کلائیاں، کانوں میں چمکتے چھوٹے چھوٹے آویزے، بالوں میں مہکتے گجرے، جن کی مہک سارے کمرے میں پھیلی تھی۔ بارش کے قطرے اب بھی اس کے سراپے پر موجود تھے۔ پچھلے چند دنوں میں اس کے ساتھ " پہلی بار " اور "" نئے " ہونے والے حادثوں میں یہ ایک اور اضافہ تھا۔ وہ چوڑیاں اتار کر دراز میں ڈال کر وہ سیدھی ہوئی تو آئینے میں نظر آتے اثمان کے عکس کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ وہ بالکل اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ اندر سب تتر بتر ہونے لگا۔ سینے میں چل رہے پرزے کی رفتار پھر دوگنی تگنی ہونے لگی تھی۔ اس نے بھیگتی ہتھیلیوں کو نظر انداز کر کے بالوں میں سے گجرے نکالنے کے لیے ہاتھ پیچھے کیے جسے اثمان نے درمیان میں ہی تھام لیا۔ آمنہ نے اپنے ہاتھ نیچے کر لیے۔ اثمان نے آہستہ سی پنیں نکالیں اور گجرے ڈریسنگ ٹیبل پر اچھال دیے۔ وہ آئینہ میں آمنہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔ جذبوں کی شدت اور نظروں کی حدت کا اثر تھا کہ آمنہ کی پلکیں اس قدر بھاری ہو گئی کہ اٹھ نہیں رہی تھیں۔ اثمان نے شانوں سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔ آمنہ

نے آنکھیں بند کرلی پھر اپنی نم و سرد پیشانی پہ اس نے اشمان کے لب محسوس کیے اور اگلے پل وہ اس کے بازوں میں تھی۔

آمنہ کی آنکھ کھلی تو نظر سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے گجروں پہ گئی۔اس نے بہت آہستگی سے کروٹ بدلی کہ اشمان کی نیند نہ ٹوٹے مگر پلٹی تو اشمان نہ بستر پر تھا نہ ہی کمرے میں اس کی موجودگی کے کوئی آثار نظر آرہے تھے۔ اس نے گھڑی پہ نگاہ ڈالی جو گیارہ بجا رہی تھی۔

"یا اللہ!" وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔وہ اتنی دیر تک کبھی نہیں سوئی تھی کم از کم سسرال میں تو بالکل نہیں۔بال کیچر میں قید کرتے ہوئے وہ باہر نکلی تو کچن سے آتی آوازیں سن کر ادھر ہی آ گئی۔جہاں ممانی ناشتہ بنا رہی تھی اور اشمان ناشتہ کر رہا تھا۔

" کیسی طبیعت ہے اب تمھاری؟" اسے دیکھتے ہی بڑی ممانی نے پوچھا۔

"طبیعت۔۔۔۔؟" وہ ہونق سی انہیں دیکھنے لگی۔

" ہاں اشمان نے بتایا تمھیں رات میں بخار آ گیا تھا۔ابھی تو نہیں ہے بخار؟" آمنہ نے آنکھیں پھاڑ کر اشمان کو گھورا۔اس نے بے بسی کے اظہار میں شانے اچکا دیے۔

" کچھ نہیں ممانی۔۔۔۔بس ایسے ہی۔۔۔" ممانی نے اسے دیکھا تو وہ جو منمنا رہی تھی جلدی سے بولی۔"ابھی بالکل ٹھیک ہوں۔"

" ساری رات پریشان کیا اور اب کہہ رہی ہے ایسے ہی۔۔۔" اشمان نے دھیرے سے کہا۔آمنہ نے ٹیبل پر رکھا گلاس اسے دے مارا جسے اشمان نے سہولت سے کیچ کر لیا تھا۔وہ تو اچھا تھا ممانی روٹی پلٹنے کے لیے پلٹ چکی تھیں۔

"تم بھی آفس کیوں جا رہے ہو، دیر ہو گئی ہے تو چھٹی ہی کر لو"

چھٹیوں کے بعد آج اس کا آفس کا پہلا دن تھا۔

"ضروری کام ہے امی، ورنہ تو آج چھٹی ہی کرنی تھی۔" اس نے آمنہ کو آنکھ ماری۔ تبھی ندا اور راعیہ اندر آئیں۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی؟" ندا نے خوشگوار موڈ والے اثمان اور بگڑے موڈ والی آمنہ کو باری باری دیکھا۔

"آمنہ سے پوچھو۔" اثمان کو باز نہ آتے دیکھ کر اس نے وہاں سے کھسکنا مناسب سمجھا۔

"تم کہاں چلی؟ ناشتہ تو کرلو۔" اسے جاتے دیکھ ممانی نے کہا۔

"میں نے ابھی برش بھی نہیں کیا ہے ممانی۔۔ آتی ہوں۔" وہ وہاں رکی نہیں۔

"آمنہ کو رات میں بخار آ گیا تھا۔" ممانی نے راعیہ اور ندا کو اطلاع دی۔

"اچھا۔۔۔ بھیگ بھی تو گئی تھی۔۔۔ میں دیکھتی ہوں۔۔۔" ندا جو پوری طرح کرسی پر بیٹھی بھی نہیں تھی ،کھڑی ہوگئی۔

"تم بیٹھو۔۔۔۔" اثمان نے اسے روکا۔ "ہلکا فیور تھا، ابھی بالکل ٹھک ہے وہ۔۔" شکر تھا کہ وہ دوبارہ بیٹھ گئی تھی۔

اثمان ناشتے کے بعد آفس بیگ لینے کمرے میں آیا تو آمنہ جیسے اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

"جھوٹ کیوں کہا تم نے؟"

"میں تیار ہو کر باہر نکلا تو اماں نے تمھارا پوچھا، میں نے کہا سو رہی ہو تو پوچھنے لگیں کہ سب خیریت تو ہے تم اتنی دیر تک سوتی نہیں ہو اور یہ کہ کل تم بھیگ بھی گئی تھی۔ اب تم بتاؤ میں کیا کہتا۔۔۔ اس وقت میرے ذہن میں صرف فیور ہی آیا۔ میں نے کہا تم نے فیور کی میڈیسن لی تھی اس لیے ابھی تک سو رہی ہو۔" آمنہ آئینے کے سامنے کھڑی بال بنا رہی تھی۔ اثمان نے آئینے میں اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ "ویسے تمھارے خیال میں مجھے کیا کہنا چاہئیے تھا؟"

"کچھ نہیں۔۔۔ تم جاؤ، دیر ہو رہی ہے تمہیں۔" چوٹی میں بینڈ لگا کر وہ پلٹی۔ اثمان جانے کی بجائے اس

کے سامنے آ گیا۔

" تھینک یو آمنہ۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"اب یہ تھینک یو کس لیے؟"

" تمہارے ہونے کے لیے۔۔۔اس گھر میں، میری زندگی میں۔ایک تمہارے ہونے سے ہی سب بڑے خوش ہیں، مطمئن ہیں۔ماحول ہی بدلا بدلا ہے۔"

" تم کچھ جلدی نہیں کر رہے تھینک یو کہنے میں۔۔۔ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔کیا پتہ کچھ دنوں بعد میں اپنے اصلی رنگ میں آ جاؤں اور سریئل والی ویمپ بہو بن جاؤں۔" آمنہ نے ڈرامائی انداز میں اسے ڈرایا۔

" تمہارے اصلی نقلی سارے رنگ پتہ ہیں مجھے۔" اشمان نے جھک کر ایک گستاخی کی۔" یہ آج کا تھینک یو۔"اس نے سرخ ہوتی آمنہ کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

" کہاں رہ گئی آمنہ، بہت بھوک لگی ہے اب آ بھی جاؤ۔" ندا باہر سے ہی چلاتے ہوئے آ رہی تھی۔

☆......☆......☆

اماں کی طبیعت کافی حد تک سنبھل گئی تھی۔راعیہ کی پڑھائی کا بہت حرج ہوا تھا سو وہ اس کی بھرپائی میں لگی تھی۔آخری سال میں اسے سپلی نہیں لینی تھی۔گھر میں سب سے بزی لائف عدنان کی تھی۔جس کی ذہانت غیر معمولی تھی۔ اسکول اور ٹیوشن کے بعد اس کی میتھس کلاس ہوتی تھی پھر وہ فٹ بال کوچنگ کے لیے جاتا۔بڑے ماموں کالج میں اکنامکس کے لیکچرر تھے اور چھوٹے ماموں ریلوے میں ملازم تھے۔ اشمان کا جاب ایسا تھا کہ وہ مہینے کے پندرہ دن گھر سے باہر ہی رہتا تھا۔ وہ بھی نئے گھر اور نئی طرز زندگی میں سیٹ ہو گئی تھی۔

سب اپنے اپنے ٹھکانوں پر تھے۔اشمان شہر سے باہر تھا۔بچیں گھر کی خواتین تو اماں اور دونوں ممانیاں قیلولہ فرما رہی تھیں۔اسے عادت نہیں تھی دوپہر میں سونے کی سو وہ پورچ میں بچھی کرسیوں پہ آ کر بیٹھ گئی جہاں اکثر

سب شام کی چائے ایک ساتھ پیتے تھے۔

وہ دوبار ہال کے سامنے سے گزری مگر ٹی وی دیکھتا اثمان ذرا بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ اسے شک ہوا کہ اثمان کی نظریں ٹی وی سکرین پر ہیں مگر اس کا ذہن کہیں اور بھٹک رہا ہے۔ وہ کبھی مسکراتا تو کبھی کسی گہری سوچ میں ڈوب جاتا۔ جب تیسری دفعہ وہ ہال کے سامنے سے گزر رہی تھی تو اثمان با قاعدہ ہنس رہا تھا۔ وہ اپنا کام بھول کے اندر آ گئی۔

"آمنہ لگتا ہے مجھے محبت ہو گئی ہے۔" اسے دیکھتے ہی اثمان نے اعلان کیا۔

"ہاں۔۔۔اتنی دیر سے تمہیں دیکھ کر مجھے بھی خلل دماغ کا ہی شبہ ہو رہا تھا۔"

"اس کا نام میراں ہے۔"

ہا۔۔۔غیر مسلم ہے؟" اس کی آنکھیں ابل ہی پڑیں۔

"میراں۔۔۔مطلب امیر، سرداروں کا سردار۔" وہ لغت چھان کے بیٹھا تھا۔

"کہاں ملی تمہیں؟"

"کالج میں۔"

"اوہ۔۔۔کلاس میٹ ہے۔"

"نہیں، جونیئر ہے۔"

"یک طرفہ معاملہ تو نہیں ناں؟"

"میں بھی شہر وفا میں نووارد

وہ بھی رک رک کے چل رہی ہے ابھی" اثمان نے بڑے جذب سے شعر پڑھا۔

"یک طرفہ معاملہ نہیں اس کا مجھے یقین ہے۔"

"یعنی تم اس سے اظہارِ محبت کر چکے؟"

"ابھی تک تو نہیں۔۔۔۔اس معاملے میں تم میری سنئیر ہو تم بتاؤ۔۔۔۔کردوں۔۔؟"

"یہ تو تمہیں ڈیسائیڈ کرنا ہے۔"

"ھم۔۔۔۔"

"ویسے اگر تمہیں یقین ہے کہ 'دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی' تو بتانے کی کیا ضرورت وہ بھی جان ہی گئی ہوگی۔"

"شاید۔۔۔۔پھر بھی میں اسے خود اپنی فیلینگز بتانا چاہتا ہوں۔"

"تو یہ لو۔" آمنہ نے کافی ٹیبل سے فون اٹھا کے اس کی طرف بڑھایا۔

"""ایسے نہیں یار، روبرو کہنا ہے۔""اس نے آنکھیں بند کر کے ایک حسین سا تصوّر انجوائے کیا۔

"تو انتظار کس کا ہے، اٹھو اور جا کر کہہ آؤ۔"اور وہ سچ میں کھڑا ہو گیا تھا۔

یوں تو وہ ہمیشہ سے زندہ دل اور خوش باش تھا مگر ان دنوں اس کے رنگ ڈھنگ ہی کچھ اور ہوتے تھے۔وہ اپنی ڈگری کے فائنل ائیر میں تھا اور آمنہ کا کالج کا پہلا سال سو دونوں ہی اپنی تعلیمی مصروفیات میں مشغول تھے۔

ایک دن وہ اماں کو لے کر آیا تو اس کا اترا چہرہ دیکھ کر وہ پوچھ بیٹھی۔

" کیا بات ہے؟ سب ٹھیک تو ہے ناں؟"

"ہاں، بس اسٹڈیز کا ٹینشن ہے۔"اس نے انگلیاں بالوں میں چلا کر بنے بنائے بال پھر سنوارے۔

" جھوٹ کیوں بول رہے ہو، صاف کہو کہ نہیں بتانا۔" آمنہ نے ناراضگی سے گھورا۔چند پل اس کی ناراض نظریں برداشت کرنے کے بعد وہ جیسے ہار گیا۔

"دادی کی بیماری کی خبر آنے پر میراں فیملی کے ساتھ اپنے آبائی وطن الہ باد گئی ہے۔اس نے ایک ہفتے کا کہا تھا مگر آج پورے تین ہفتے ہونے آئے ہیں۔"

" لو اتنی سی بات، فون کر لو اسے۔"

"تم نہیں سمجھو گی۔"

"تو سمجھاؤ مجھے۔"

"اس کا خاندان بہت کنزرویٹو ہے۔سینٹرل گورنمنٹ جاب اور تبادلوں کی وجہ سے خاندان سے دور رہنے کا اثر ہے کہ اس کے والدین کی سوچ اتنی تبدیل ہوئی ہے کہ وہ بیٹیوں کو کالج میں تعلیم دلوا رہے ہیں۔اس کے جانے سے پہلے میں نے کہا بھی کہ میں امی ابو سے بات کر کے انہیں پرپوزل لے کر بھیجتا ہوں مگر اس نے روک دیا کہ پہلے وہ خود اپنے گھر میں بات کر کے انہیں راضی کر لے پھر میں کچھ کروں۔اس نے وہاں کال کرنے یہاں تک کہ ٹیکسٹ کرنے سے بھی منع کیا تھا۔پھر بھی میں کئی دنوں سے اس کا نمبر ٹرائے کر رہا ہوں جو بند آ رہا ہے۔اس کی دوستوں کو بھی کچھ پتہ نہیں ہے۔میں اس کے گھر کا چکر بھی لگا کر آیا وہاں تالا لگا ہے۔" وہ بہت الجھا اور نروس لگ رہا تھا۔"میری چھٹی حس مجھے کوئی اچھے سگنل نہیں دے رہی ہے آمنہ۔ اس نے کہا تھا کہ اس کے یہاں خاندان کے باہر شادیاں نہیں ہوتی ہیں۔"

اور آمنہ نے سوچا، 'جب یہ پہلے سے پتہ ہوتا ہے تو پھر دوسرے بندے کو امتحان میں کیوں ڈالنا!'

"اچھی امید اور اچھے گمان رکھوں۔انشا اللہ سب ٹھیک ہوگا۔ہوسکتا ہے اس کی دادی زیادہ ہی سریس ہوگئی ہو یا پھر خدانخواستہ۔۔۔۔۔چل ہی بسیں ہو۔"

"اللہ کرے ایسا ہی کچھ ہوا ہو۔" وہ بے مروتی مگر ایمانداری سے بولا تھا۔

لیکن پھر جلد ہی ثابت ہوگیا کہ اشمان کی چھٹی حس کے سگنل درست تھے۔وہ کئی دنوں سے واٹس ایپ سے غائب تھا۔اس کے ٹیکسٹس کا جواب بھی نہیں دے رہا تھا نہ ہی کال ریسیو کر رہا تھا سو وہ خود ہی ماجرا کیا ہے جاننے چلی آئی تھی۔

"اشمان۔۔" دروازہ ناک کر کے وہ اندر آئی۔اشمان آنکھوں پر ہاتھ رکھے لیٹا تھا اسے دیکھ اٹھ بیٹھا۔آمنہ نے اس قدر بے ترتیب اشمان پہلی بار دیکھا تھا۔شکن زدہ کپڑے، الجھے بکھرے بال، سرخ آنکھیں، اور نہ جانے

کتنے دنوں سے اس نے شیو نہیں کی تھی۔

"اثمان۔۔۔" آمنہ نے دوبارہ اسے پکارا۔اثمان نے اپنی جلتی،نم،سرخ آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اس کی شادی ہوگئی آمنہ۔"ان چند لفظوں سے چھلکتے درد اور ٹوٹے لہجے سے زیادہ ،اثمان کے چھپانے کی کوشش کے باوجود آمنہ پہ ظاہر اس کی آنکھوں سے بہتے پانیوں نے اس کی محبت چھن جانے کے بعد آمنہ کو اس محبت کی شدت کا احساس کرایا تھا۔

"تم ملے اس سے؟یا اس کی کال آئی؟"وہ بے تابی سے بیڈ کے کنارے پر آ کر بیٹھ گئی۔

" کاش۔۔۔۔کاش آمنہ وہ مل لیتی،کال ہی کر لیتی یا بس ایک ٹیکسٹ۔۔۔۔"اس نے بالوں میں انگلیاں پھنسائیں۔اس کی تڑپ نے آمنہ کو روہانسہ کر دیا۔وہ کچھ بول ہی نہیں پائی۔

"میں کسی کام سے ایڈمن آفس گیا تو وہاں میراں پہلے سے موجود تھی۔"خود کو سنبھالنے کے بعد وہ بولا۔" میں اس سے بات کرتا اس سے قبل ہی اس نے میرے بڑھتے قدم روکنے کے لیے وہاں بیٹھی کلرک سے اس کے ساتھ کھڑے بندے کا تعارف کروایا کہ یہ میرے ہسبنڈ ہیں۔کلرک کے استفسار پر اس بندے نے جواب دیا کہ وہ فرسٹ کزنز ہیں اور ان کی دادی کی بیماری اور خواہش کی وجہ سے بہت کم وقت میں ان کی شادی ہوئی ہے اور شادی کے بعد سے دادی بھی صحت یاب ہوگئی ہیں۔"وہ آمنہ کو دیکھ کر مسکرایا۔وہ مسکراہٹ ایسی تھی کہ تسلی کے سارے الفاظ اس کے اندر ہی دم توڑ گئے۔

"میراں۔۔۔۔اس نے تم سے بات بھی نہیں کی۔۔۔؟"وہ اب بھی بے یقین تھی۔جس تباہی میں آپ برابر کے حصے دار ہو وہاں جوابدہی تو بنتی ہے۔اثمان پیچھے بیڈ پر ڈھے گیا۔

"وہ ہی تو آمنہ۔۔۔"اس نے رک کر جیسے وہ منظر یاد کیا پھر آنکھیں بند کر لیں۔"اس نے نکلتے ہوئے پلٹ کر مجھے دیکھا تھا اور وہ نظر نہیں تھی،میرے قدموں اور زبان پہ باندھی گئیں زنجیریں تھیں۔"اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔

"مجھے نہیں لگتا وہ نگاہیں کبھی یہاں سے نکل پائیں گی۔" اسے قرار نہیں تھا، وہ پھر اٹھ بیٹھا۔ "اس کو مجھ سے بات کرنا چاہیے تھا۔ وہ کچھ تو کہتی کہ اس نے بہت کوشش کی گھر والوں کو منانے کی، وہ خوش ہے، سمجھوتہ کر چکی ہے، میں اس کو بھول جاؤ، وہ بھی مجھے بھول جائے گی یا بھول گئی ہے۔۔۔۔ جھوٹ سچ کچھ بھی۔۔۔ جو بھی ایسے موقعے پر لوگ کہتے ہیں۔ مگر اس نے آخر میں کوئی دلاسہ تسلی یا فریب دھوکہ نہیں دیا بلکہ ایک زخمی نظر مجھ پر ڈالی، بس اسی عنایت کے قابل سمجھا اس نے۔" وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

"تم ایک بار مل لو اس سے۔"

"وہ چلی گئی واپس اسی دن۔ مائیگریشن کروالیا ہے اس نے۔ اس کی دوستوں تک کو اس کا نیا نمبر اور الہ آباد کا ایڈریس پتہ نہیں ہے۔"

"سنبھالو خود کو اثمان، صبر کرو۔" مناسب اور موزوں الفاظ بھی کبھی کبھی کس قدر خالی اور نا مناسب لگتے ہیں۔

"مجھے یہ سب ناممکن لگتا ہے اب آمنہ صبر، سکون، خوشی۔۔۔۔۔"

"ایسا نہیں ہے۔ تم ایک دوسرے کا نصیب نہیں ہو تو ایک دوسرے کے بنا ہی صبر سکون اور خوشی بھی حاصل کرو گے انشااللہ۔"

"پتہ نہیں آمنہ۔۔۔ کیا کروں میں۔۔۔۔" وہ کرسی پر گر سا گیا تھا۔

گیٹ کے سامنے آٹو رکشا رکا تو اس کے خیالوں کا تسلسل ٹوٹا۔ آٹو سے اترتے اثمان کو دیکھ کر وہ خوشگوار حیرت میں گھر گئی۔

"اس دوپہر کے وقت یہاں کیوں بیٹھی ہو؟"

"تم اس وقت کیسے؟" آمنہ نے اس کا سوال نظر انداز کیا۔ "رات میں ہی تم نے ٹیکسٹ کیا ناں کی آج نہیں آو گے۔"

"میں تو سرپرائز کے چکر میں چلا آیا مگر یہاں تو۔۔۔۔"

"اچھا سرپرائز ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے اثمان کا بازو تھاما۔ "چلو باقیوں کو بھی سرپرائز کرتے ہیں۔" وہ اسے لے کر اندر کی طرف بڑھی۔

☆......☆......☆

اثمان کی نانی امی آئی تھیں جو اپنی صحت کی وجہ سے شادی میں شریک نہیں ہو پائی تھیں۔ وہ اماں کے بالوں میں تیل لگا رہی تھی۔ اس کے مہارت سے چلتے ہاتھ اور اماں پہ طاری ہوتی غنودگی دیکھ کر وہ بھی اس کی آگے تیل مالش کروانے بیٹھ گئیں۔

"یہ اثمان کی نوکری میری سمجھ سے باہر ہے۔ ساری دنیا صبح کام پہ نکلتی ہے اور شام میں گھر واپس آتی ہے۔ یہ دنوں گھر سے غائب رہنے والی کیسی نوکری ہے؟" انہیں آئے دو دن ہو گئے تھے اور اثمان گھر پر نہیں تھا۔

"امی! مارکیٹنگ کا فیلڈ ہی ایسا ہے۔" ممانی نے کہا جو انہیں خاک سمجھ آیا۔

"ہم تو تھک گئے کہہ کہہ کر۔" اماں بھی اس کی نوکری سے نالاں رہتی تھیں۔

"تم کہو اسے۔" انہوں نے ان کے سر میں انگلیاں چلاتی آمنہ سے کہا۔ "دادی اور ماں کی نہیں سنتا ہے مگر تمہاری بات ضرور مانے گا۔"

"اب تو اسی سے امید ہے۔" ممانی کی بات پہ اس نے دل میں سوچا، 'مگر مجھے تو اس سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔'

"اور نفیسہ جب تمہیں گھر کی ہی لڑکی بیاہ کر لانی تھی تو اتنے سالوں کیوں رکی رہی؟ صحیح وقت پر شادی کر دی ہوتی تو آج پوتے پوتیاں کھلا رہی ہوتی۔ کیوں زہرہ ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں؟" انہوں نے اماں کی تائید چاہی۔ ان کی شکایتوں کی فہرست لمبی تھی۔

"خیر، ہر بات کا وقت ہوتا ہے۔ اثمان کی شادی اسی وقت ہونی تھی۔" اماں نے تکیے پر سر رکھا۔ سر کی

مالش کے بعد اب انہیں نیند آ رہی تھی۔

"اسے کوئی صبح سے شام والی نوکری کرنے بولو۔ ورنہ کہہ دے رہی ہوں نفیسہ، جیسے شادی میں سالوں لگا دیے کہیں اشمان کے بچے کھلانیکے لیے بھی تمہیں سالوں نہ لگ جائے۔" ان کی انتہا ہی پیشن گوئی پہ وہ پانی پانی ہوئی اور ممانی سر جھکا کر مسکرانے لگیں۔

تبھی بھاگتی اور گرتی پڑتی ندا اندر آئی۔

"سفیان بھائی کو لڑکی پسند آ گئی۔" پھولتی سانسوں کے درمیان وہ بمشکل بولی تھی۔

ایک ایمرجنسی شادی کے چند ماہ بعد ہی پھر شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اس بار وہ سب کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ شیبان شادی سے ایک ہفتہ پہلے آنے والا تھا تاکہ بعد میں اسے زیادہ وقت ملے۔ اسے ندا کو اس ساتھ لے کر جانا تھا۔ وہ دونوں تقریباً روز ہی بازاروں کے چکر لگا رہی تھیں۔

"آج اتنا ہی بس۔ میں تھک گئی ہوں۔" وہ دونوں، چاروں ہاتھوں میں شاپرز تھامے باہر نکلیں تو آمنہ نے 'آج کی شاپنگ ختم' کا اعلان کیا۔

"ہاں گھر چلتے ہیں اب، مگر پہلے تھوڑی پیٹ پوجا کر لیں!" ندا نے سامنے ریسٹورنٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"ایک طرح سے اچھا تھا، تم دونوں نے سب ایک دن میں ہی سمیٹ لیا تھا۔" پزا اور کوک آرڈر کرنے کے بعد ندا نے کہا۔ "یہاں اتنا وقت ہے تو روز ہی ایک نئی چیز یاد آ جاتی ہے۔"

"اگر وقت ہوتا بھی تو میں تمھاری طرح روز بازار کی خاک نہیں چھانتی۔"

"تمھیں تھوڑی نہ میری طرح پردیس جانا تھا۔"

"پردیس جا رہی ہو، جنگل میں نہیں۔ وہاں بھی سب ملتا ہے۔"

"وہاں میں اکیلی، پھر وقت کہاں ملے گا مجھے۔" اس کے بودے سے بہانے پر آمنہ نے کڑی نظروں سے اسے گھورا۔

"یہاں اپنے ماں باپ کے پیسے لٹانے سے اچھا ہوگا تم وہاں جا کر شیبان کی جیب کاٹو۔"

"ہاں، یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔"

"بس اب سوچ لو، سمجھو یہ آخری راونڈ ہے بازار کا۔"

"مشکل ہے۔" کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ مری آواز میں بولی تو آمنہ کو ہنسی آ گئی۔ تبھی ان کا آرڈر آ گیا۔

"ویسے آمنہ، سوچوں تو بڑا عجیب لگتا ہے سالوں تک کبھی کوئی ذکر نہیں ہوا تم دونوں کی شادی کا۔ پھر بات ہوئی نہیں کہ حالات ایسے ہو گئے کے فوراً شادی بھی ہو گئی۔ اور اب تم دونوں کو دیکھ کر بالکل نہیں لگتا ہے کہ کوئی میراں کبھی اشمان کی زندگی میں آئی تھی یا کسی خضر کا تمھاری زندگی سے گزر رہوا ہے۔"

"ھم۔۔۔۔"

ندا کی بات نے اسے سوچ کا نیا سرا تھما دیا تھا۔ کیا وہ واقعی ایسے جی رہی ہے گویا خضر کبھی اس کی زندگی میں آیا ہی نہ تھا؟

☆......☆......☆

خضر نے اسے کہیں دیکھا تھا اور بقول خضر وہ پہلی نظر میں ہی اس پہ مرمٹا تھا۔ وہ ایک ہی محلے میں رہتے تھے۔ خضر کی بہن آمنہ کے ساتھ ہی جونیئر کالج میں پڑھتی تھی۔ پھر کیا تھا خضر نے بہن کے پک اینڈ ڈراپ کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ کالج آنے جانے کی اس سہولت اور آمنہ سے ملاقات کی ان محدود ساعتوں میں اس نے آمنہ کا دل جیتنے کی سر توڑ کوششیں کیں۔ اس کی کوششوں سے متاثر ہونے اور دل کے بے ایمان ہونے کے باوجود آمنہ نے اس کی پذیرائی نہیں کی تھی۔ پھر اچانک ایک دن خضر کی امی اس کے لیے خضر کا پرپوزل لے کر آ گئیں۔ ظاہر ہے سترہ سال کی آمنہ کا رشتہ طے کرنے بھلا کس نے تیار ہونا تھا۔ مگر انہیں تو ہاں کروانی تھی۔ چار گھر چھوڑ کر ان کا گھر تھا سو وہ ہر دوسرے روز آ جاتیں۔ خضر کی پسند اور چاہت کو انہوں نے راز نہیں رکھا تھا۔ پھر وہی پرانی مثل صحیح ثابت ہوئی کہ پتھر پر مسلسل پانی گرتا رہے تو اس میں بھی شگاف پڑ ہی جاتے

ہیں۔ پرانے محلے دار اور شریف لوگ تھے۔ بڑے اصرار اور چاہت سے ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگ رہے تھے۔ دھیرے دھیرے سبھی راضی ہو گئے۔ یوں جونئیر کالج میں ہی اس کی منگنی ہو گئی۔ خضر نے اسے دیکھا، پسند کیا، چاہا اور پالیا۔ بڑی مکمل کہانی تھی۔ اس کی یہ لواسٹوری کالج میں اور خاندان میں ہٹ ہو گئی۔ سہلیوں کی رشک بھری باتیں اور حسرت بھری آہیں ان دنوں اسے اترانے پہ مجبور کر دیا کرتی تھیں۔ خضر لفظوں کا بنا تھا، اسے جادو گری کے سارے ہنر آتے تھے۔ دلبری کے سب انداز از بر تھے۔ کالج کی چند منٹوں کی ملاقاتیں، فون کالز اور ٹیکسٹس، وہ اس کے کانوں میں صور پھونکتا رہتا۔ جلد ہی وہ اس کے فسوں میں گرفتار ہو گئی تھی۔ خضر کے دکھائے خواب آنکھوں میں سجائے اور اپنی خواہشوں کے جگنو مٹھیوں میں چھپائے وہ اس محبت کے رستے پہ چل پڑی تھی۔ انگلی میں جگمگاتی انگوٹھی اسے اس راستے پر آگے بڑھتے رہنے کا یقین اور اعتماد دیا کرتی جس کی منزل بہت واضح اور سامنے ہی تھی۔ لیکن کب زندگی اور وقت ہمارے اندازوں اور منصوبوں کے مطابق آگے بڑھتے ہیں! خیر وہ ہم سے کوئی وعدہ بھی نہیں کرتے ہیں کہ ہم انہیں الزام دیں۔ یہ خاصیت تو صرف انسانوں کی ہے کہ قسموں اور وعدوں کے بعد بدل جاتے ہیں، مکر جاتے ہیں۔

گریجویشن کے بعد خضر ایم بی اے کے لیے ممبئی چلا گیا۔ محبت کے جوش، چاہتوں کی آگ اور دل کی بے قراریوں کے لیے گویا آمنہ کی موجودگی شرط تھی۔ فاصلہ چار گھر سے بڑھ کی چار شہروں کا ہوا اور خضر کے جذبوں پہ برف باری شروع ہو گئی یا پھر اس کے جذبے کسی اور کی موجودگی سے مشروط ہو گئے تھے۔ وہ یہ آج تک سمجھ نہیں پائی تھی۔ رابطے کم سے کم ہوتے ہوئے بالکل ختم ہو گئے۔ وہ نادان اس کی تعلیمی مصروفیت کو اس کی وجہ مان کر مطمئن بھی ہو گئی۔ اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ تمہید ہے، ایک اشارہ کہ وہ راستہ بدل چکا ہے، اسے اپنی ترجیحات سے نکال چکا ہے۔ اسے تو اس وقت بھی یقین نہیں آ رہا تھا جب خضر کی امی اس کی انگلی سے انگوٹھی اتار کر منگنی ختم کا اعلان کیا تھا۔ اسے عرش پر بٹھانے والے ہی زمین پر پٹخ کر گئے تھے۔ خضر کی امی اکلوتے بیٹے کی ضد اور دھمکیوں کے آگے بے بس ہو کر اس کا رشتہ لے کر آئی تھیں۔ اب کوئی مجبوری نہیں رہی تھی۔ ان کی زبان پر

اب کوئی بند نہیں تھے سووہ محلے کے ہر گھر کو مطلع کر آئی تھیں کہ کس طرح ان کا بیٹا پھنسا تھا اور اب اسے عقلِ سلیم آ گئی ہے۔

آمنہ کا صرف دل ہی نہیں ٹوٹا تھا، وہ اپنا اعتماد اور یقین کھو چکی تھی۔ کچی عمر کی بڑی پکی چاہت تھی اس کی جو اس انجام کو پہنچی تھی کہ خالی دل، خالی آنکھیں اور کسی بھی جذبے سے عاری وجود۔ اندر باہر سب کچھ ساکت تھا، منجمد تھا۔ ان حالات میں گھر والے خضر کی فیملی سے کیا الجھتے۔ سب آمنہ کے لیے فکرمند تھے۔ وہ اپنے کمرے سے نکلتی تھی نہ کسی سے بات کرتی۔ اپنی طرف سے ہر کوشش کرنے اور ناکام ہونے کے بعد کانسلنگ اور تھیراپسٹ کی مدد لی گئی۔ اسی دوران شہر کے دوسرے سرے پر سلطنت کے بغل والے ہمسائے اپنا مکان فروخت کر کے دوسرے شہر منتقل ہو رہے تھے۔ سب کے مشورے سے سطوت اور اظہر نے اس محلے کا مکان فروخت کر کے وہ خرید لیا اور وہاں شفٹ ہو گئے۔ گھر اور خاندان والوں کا سپورٹ اور کانسلنگ و تھیراپی اسے واپس زندگی کی طرف لے آئی۔ ایسے حالات میں عموماً غیروں سے زیادہ اپنے خاندان والوں کی باتیں اور طعنے لڑکیوں کی زندگی ابتر بنا دیتے ہیں۔ مگر اس معاملے میں آمنہ خوش نصیب تھی کہ گھر والے ہی نہیں خاندان کے سبھی لوگ زندگی کی طرف واپسی کے سفر میں اس کے ساتھ تھے۔ اپنا فائنل ائیر مکمل کرنے کے بعد آمنہ کی خاطر ندا نے بھی ایک سال کا ڈراپ لے لیا۔ آمنہ کے فائنل ائیر کے بعد دونوں نے ساتھ میں ایم اے کیا۔

بازو میں کھڑا اثمان اس کے اپنی طرف متوجہ ہونے کا انتظار کر رہا تھا مگر وہ ہنوز کسی گہرے خیال میں ڈوبی تھی۔

"میں یہاں ہوں یہاں ہوں، یہاں ہوں، یہاں۔۔۔۔۔۔" اس کے سامنے ہاتھ لہراتے ہوئے وہ گنگنایا تو وہ چونکی پھر خجل ہو گئی۔

"کیا ہوا؟"

"امی کب سے تمہیں آوازیں دے رہی ہیں۔کہاں کھوئی تھی؟ اتنا بھی مت سوچا کرو مجھے۔"

"اچھا۔۔۔۔۔میں نے سنا ہی نہیں۔" وہ چائے بنانے آئی تھی۔ چولہے پر پانی پک پک کر آدھا ہو گیا تھا۔اس نے چولہا بند کیا اور ہاتھ میں پکڑا ڈبہ سلیب پر رکھا۔"ان کی بات سن لوں پھر چائے بناتی ہوں۔" وہ جانے لگی تو اثمان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

"تم سوچ کیا رہی تھی؟"

"آج ندا کی مہندی ہے ناں، وہ ہی سوچ رہی تھی۔"

"ہاں۔۔۔ہماری شادی میں یہ سب فنکشن نہیں ہوئے تھے!" اثمان نے جو نتیجہ اخذ کیا وہ دور دور تک اس کے ذہن میں نہیں تھا۔

"میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہی تھی۔"

"پھر کیسا سوچ رہی تھی؟"

"آج ساڑھی پہنوں یا ڈریس، یہ سوچ رہی تھی۔" آمنہ نے ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے اسے ٹالا۔

"ساڑھی پہنو، اچھی لگتی ہے۔"

"ساڑھی اچھی لگتی ہے، میں نہیں۔" آمنہ نے ہاتھ چھڑایا۔"میں ڈریس پہن رہی ہوں۔"

"غصہ؟" وہ جانے لگی تو اثمان نے سامنے آ کر اس کا راستہ روکا۔

"ہاں۔" اس نے بازو سے نکلنا چاہا تو اثمان نے کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے قریب کیا۔

"ساڑھی جب تم پہنتی ہو تو اچھی لگتی ہے۔تم تو ہمیشہ ہی اچھی لگتی ہو۔" وہ مزید قریب ہوا۔

"اثمان۔۔۔۔" آمنہ نے اس کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر اسے روکا۔" کوئی آ جائے گا۔"

"آمنہ۔۔۔۔۔"اندر سے بڑی ممانی کی آواز آئی۔

"چلو ساتھ چلتے ہیں۔" اثمان نے اس کی کمر سے ہٹا کر ہاتھ اس کے شانے پہ رکھا۔ وہ اسے چھیڑنے کے موڈ میں تھا۔

"آہم۔۔۔۔۔" پیچھے سے راعیہ کھنکھاری۔ اثمان جھٹ شانے سے ہاتھ ہٹا کر دور ہوا۔

"کب سے کہہ رہا ہوں کہ امی بلا رہی ہیں۔" اس کی بات پر راعیہ نے اسے ایسے گھورا جیسے کہہ رہی ہو 'رہنے دیں، مجھے سب پتہ ہے۔'

"امی یہ پوچھ رہی ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ ابھی چل رہی ہیں یا بھائی کے ساتھ بعد میں آئیں گی؟" اثمان کو نظر انداز کر کے اس نے آمنہ سے پوچھا۔

"سب ساتھ میں ہی جائیں گے نا۔۔۔۔" اس نے تائید کے لیے اثمان کو دیکھا۔

"میرا کیا کام وہاں خالص لیڈیز والے فنکشن میں۔"

"تو کیا آپ شامل ہی نہیں ہوں گے؟" راعیہ نے پوچھا۔

"آنا تو ہوگا تم کو بھی۔ سبھی ہوگے وہاں اسجد بھائی، احتشام بھائی، ابو، ماموں۔۔۔۔"

"تم سب لوگ جاؤ ابھی۔ میں شام میں آتا ہوں۔"

تیاری کرتے ہوئے اسے پتہ چلا وہ ساڑھی کے ساتھ والی سینڈلز لانا بھول گئی ہے۔ اس نے فوراً اثمان کو فون لگایا۔

"تم نکلے تو نہیں نہ ابھی؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ بس ریڈی ہو رہا ہوں۔"

"شکر ہے۔ میں سینڈلز بھول گئی ہوں۔ تم پلیز لے آؤ۔ الماری کے لاسٹ خانے میں باکس رکھے ہیں، اسی میں ہیں سلور سینڈلز۔ سلور شوز بھی ہیں وہاں مگر شوز نہیں سینڈلز لانا ہے۔"

"جو حکم میم صاب اور کچھ؟"

" جلدی آؤ۔"

اس کی تیاری مکمل ہوگئی۔سب جانے کے لیے تیار تھے مگر اثمان کا کوئی پتہ نہیں تھا۔اس نے کال کرنے کے لیے فون اٹھایا ہی تھا کہ اثمان کا فون آ گیا۔

"پہنچے نہیں تم ابھی تک؟"

"تم ان سینڈلز کے بنا کام نہیں چلا سکتی؟"

" کیوں کیا ہوا؟ ملی نہیں سینڈلز؟"

"بس ذرا طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔سوچ رہا ہوں وہاں نہ آ کر ذرا آرام کرلوں۔کل میرا اٹینڈ کرنا زیادہ ضروری ہے۔"

" کیا ہوا؟ ٹھیک تو تھے تم۔یہ اچانک۔۔۔۔۔۔" وہ حیران ہوئی۔

"اچھا نہیں لگ رہا ہے۔۔۔سر درد اور شاید فیور ہے۔میڈیسن لے کر آرام کرتا ہوں۔"

"میں آجاتی ہوں۔"

"نہیں۔نہیں۔۔۔تم آؤ گی تو سب پریشان ہوں گے۔" وہ جلدی سے بولا۔" کسی سے کچھ مت کہنا ابھی۔"

"میرا بھی کیا من لگے گا اب یہاں۔۔۔میں آجاتی ہوں۔"

" آمنہ، اگر ضروری ہوتا تو میں خود تمہیں آنے کو کہتا۔ندا کا فنکشن اور وہاں تمھاری موجودگی زیادہ ضروری ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔تم دوا لے کر آرام کرو میں فنکشن کے بعد آتی ہوں۔" وہ مان گئی۔

" کیز ہیں نا تمھارے پاس؟" آج ان سب کا ادھر ہی رکنے کا پلان تھا۔

"ہاں، ممانی کے پاس ہیں۔"

"سینڈلز کا کیا کرو گی اب؟" اثمان کو یہ بھی فکر تھی۔

" ندا اور میرے پیر کا سائز ایک ہے۔اس کے جہیز کے سامان سے نکال لوں گی۔" وہ بڑے آرام سے بولی۔

اس کی غیر موجودگی کسی سے چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔آمنہ نے یہ ہی بتایا کہ اس کا سر درد کر رہا ہے اور کل نکاح کے دن زیادہ کام ہوتے ہیں اس لیے آج اس نے اثمان کو آرام کرنے اور یہاں آنے سے روک دیا ہے۔ اماں اور بڑی ممانی نے بھی اسے فنکشن کے بعد گھر جانے کی ہدایت کی تھی۔

اسجد بھائی اسے باہر سے ہی چھوڑ کر چلے گئے تھے۔وہ گیٹ کو تالا لگا کر اندر آئی تو اس کے بیڈ روم کی لائٹس بند نظر آ رہی تھیں۔

"دروازہ نہ لاک کیا ہوا اثمان نے۔" اس نے سوچا۔ دروازے کو ہلکے سے دھکا دیا تو وہ کھلا تھا۔

"ہا۔۔۔۔" وہ بے ساختہ ہی دو قدم آگے بڑھی۔ خوشبو، پھول اور خوابناک سی سنہری روشنی۔اثمان نے بڑی محنت کی تھی۔

" کیسا لگا سرپرائیز؟" پیچھے سے اس کے شانے تھام کر اثمان نے کان میں سرگوشی کی۔

"ایسا خوبصورت سر درد اور فیور پہلی بار دیکھا ہے۔" مسکراہٹ خود بخود لبوں پہ مچل اٹھی تھی۔اثمان ہنستے ہوئے اس کے سامنے آیا۔

" آج نہ میرا برتھ ڈے ہے نہ تمھارا، اور میرج انیورسری میں بھی وقت ہے۔۔۔۔۔۔پھر یہ۔۔۔۔"

" تمھیں یاد نہیں کہ سینڈلز اور شوز کے علاوہ وہاں اور کیا تھا؟" اثمان کی بات پر سوچتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا۔

اثمان نے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔وہاں وہ دوپٹہ تھا جس میں اس نے اس رات بستر پہ سجے پھول اور پتیاں لپیٹ کر رکھے تھے۔ وہ آگے بڑھی۔وہ واقعی اس دوپٹے کو بھول گئی تھی۔

"مجھے تو یاد بھی نہیں تھا۔" اس نے سوکھی پتیوں کو ہاتھ لگایا۔

"اگر تم آج الماری کا لاسٹ خانہ کھولنے کے لیے نہ کہتی تو مجھے بھی یاد نہیں آتا۔" اثمان کی بات پہ وہ پلٹ کر اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ اثمان آگے بڑھ کر اس کے سامنے آیا۔

"ہماری شادی اور شادیوں جیسی نہیں تھی۔ ساری فارمیلیٹیز اور رسمیں رہ گئی تھیں۔ یہ تو اندازہ تھا کہ تم نے بہت کچھ مس کر دیا اس اچانک شادی کی وجہ سے۔ لیکن آج یہ دوپٹہ دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ وہ رات فارمیلٹی یا محض رسم نہیں ہوتی ہے۔ تمھارے بھی ارمان اور۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اثمان۔۔۔" آمنہ نے درمیان میں ہی اس کے بات کاٹی۔ "شادی میں اہم رسمیں اور فارمیلیٹیز نہیں ہوتیں بلکہ فریقین اور ان کی فیملیز کی خوشی اور اطمینان اہم ہوتا ہے اور اس لحاظ سے ہماری شادی پرفیکٹ تھی، کہیں کچھ مس نہیں ہوا تھا۔۔۔ یہ تو اس وقت مجھے ان پھولوں کو ڈسٹ بن میں پھینکنا اچھا نہیں لگ رہا تھا اس لیے میں نے دوپٹے میں لپیٹ کر رکھ دیا تھا۔ کسی ارمان یا حسرت کی وجہ سے نہیں اور میں تو بھول بھی گئی تھی، ابھی دیکھا تو یاد آیا، سمجھے!۔"

"یار میں نے کتنی محنت کی اور تم ڈانٹ رہی ہو۔" اس نے مسکین سی صورت بنائی۔ "ان کینڈلز اور پھولوں کے لیے کتنا بھٹکنا پڑا مارکیٹ میں۔ پھر یہ سارا ڈیکوریشن بھی خود کیا۔ اور اب تمھیں کچھ بھی پسند نہیں آ رہا۔"

"آں۔۔۔ میں نے کب کہا مجھے پسند نہیں آیا؟" آمنہ نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ مختلف اشکال اور رنگ کی موم بتیاں، کمرے میں روشن تھیں۔ اثمان نے پھولوں کو اقسام اور رنگ کے مطابق استعمال کر کے پورے کمرے میں ارینج کیا تھا۔ وہ سب کسی ماہر پروفیشنل کا کمال لگ رہا تھا۔ ایک معمولی سی چیز تھی جو نظرانداز کر کے اسے آگے بڑھ جانا چاہیے تھا۔ مگر اس نے نظرانداز نہیں کیا بلکہ اس کی خاطر اثمان نے اتنی محنت کی تھی۔

اس کا دل بھر آیا۔

"سچ سچ بتاؤ۔۔۔۔ سب تم نے ہی کیا ہے نا۔۔۔۔۔"

"یا اللہ! کیسی ناقدری بیوی ہے۔۔۔۔۔۔سب خود کیا ہے میڈم۔ ہاں یوٹیوب اور گوگل سے تھوڑی سی ہیلپ لی تھی۔"

"تھینک یو۔۔۔" بولتے ہوئے اسے بے ساختہ رونا آ گیا۔

"ارے۔۔۔۔ارے۔۔۔رسمِ رخصتی ہوئی تھی تمھاری اور تم خوب روئی بھی تھی۔" اثمان نے آنسو صاف کرتے ہوئے اس کا چہرہ تھاما۔"یا یہ سب اتنا خراب ہے کہ تمہیں رونا آ رہا ہے؟ تھوڑی رعایت دے دو یار پہلی بار، اکیلے اور بہت کم وقت میں کیا ہے۔"

"یہ سب بہت خوبصورت اور اچھا ہے۔ ویسے مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم اتنے رومینٹک ہو۔" وہ سوں سوں کے درمیان بولی۔

"ابھی تمھیں بہت کچھ پتہ نہیں ہے۔" اثمان نے شرارت سے کہتے ہوئے اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے خود سے قریب کیا۔

☆......☆......☆

ندا شیبان اور سفیان آشنا کے ہنی مون سے لوٹ آنے کے بعد ان کی دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ان کے ساتھ آمنہ اور اثمان بھی ہر جگہ مدعو ہوتے کیونکہ ان کی شادی کے بعد ان کی دعوتیں نہیں ہو پائی تھی سو اب ندا شیبان اور سفیان آشنا کے ساتھ بقول اثمان سب انہیں بھی نپٹا رہے تھے۔

شام میں امی، خالہ، ندا اور بھابھی اس کی ٹکٹ کنفرم ہونے کی خوشخبری لے کر آئی تھیں۔

"تمھاری شکل کیوں اتری ہے پھر؟" شادی کے بعد سے بلاناغہ چہکتی ندا کو اداس دیکھ کر وہ پوچھ بیٹھی اور وہ جیسے منتظر ہی تھی روتے ہوئے اس سے لپٹ گئی۔

"میں اکیلے کیسے رہوں گی اتنی دور تم سب کے بنا؟"

"پاگل! یاد کرو ذرا کیسے تم نے گڑگڑا کر دعائیں مانگی تھیں اس دن کے لیے۔" آمنہ نے اسے خود سے الگ

کیا۔" تمہیں آنسو بہانے کے بجائے شکرانے کی نفل ادا کرنی چاہیے۔" ندا نے گالوں پہ ڈھلکتے آنسو صاف کیے مگر آنکھیں پھر چھلک پڑی تھیں۔

" اور تم اکیلی کہاں ہو، وہاں تمھارے میاں جی بھی ہوں گے۔" آمنہ نے بڑھ کر اس کے آنسو صاف کیے۔" رونا دھونا بالکل بند ورنہ یہ آنسو ابھی وبائی مرض کی طرح سارے گھر میں پھیل جائیں گے۔"

" مجھے سب بڑا آسان لگتا تھا۔ مگر اب جیسے جیسے جانے کے دن قریب آرہے ہیں کچھ بھی آسان نہیں لگ رہا۔" ندا نے اپنی مشکل بیان کی۔" تم واقعی بہت لکی ہو اس معاملے میں۔"

" وہ تو میں ہوں۔"

" سب خواتین کو صرف چائے چاہیے۔" راعیہ پیغام لے کر آئی۔" سنیکس یا ریفریشمنٹ کا تکلف نہ کریں۔" دوسرا جملہ لفظ بہ لفظ دوہراتے ہوئے اس کی نظر ندا پر پڑی۔" آپ کو کیا ہوا؟"

" ساری عمر شیبان کے ساتھ رہنا ہے، اس حقیقت کا ادراک اب ہوا ہے بی بی کو۔" آمنہ نے چھیڑ کر اس کا موڈ ٹھیک کرنا چاہا۔

" ہے۔۔۔ آپ تو ہمیشہ۔۔۔۔۔۔"

" جھوٹ مت بولو آمنہ۔" ندا نے راعیہ کی بات کاٹی۔" اتنی دیر سے یہ سسرال کے بنا شوہر کے ساتھ پردیس میں رہنے کے نقصانات گنوا کر میرا برین واش کر رہی تھی تاکہ میں شیبان نے ساتھ جانے سے انکار کر دوں۔"

" اللہ! کیوں ایسا کر رہی ہیں آمنہ آپی آپ؟ بڑی مشکلوں سے تو بے چاری ندا آپی کو جانے کا چانس ملا ہے۔" راعیہ نے ایسے دردناک لہجے میں کہا کہ آمنہ اپنی ہنسی نہیں روک پائی اور ندا بلبلا اٹھی۔

" تم یہ چائے لے جاؤ۔" ندا نے ٹرے اٹھا کر اسے تھماتے ہوئے بڑے تحمل سے کہا۔

وہ دونوں کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے چلی گئی۔

"منگنی سے شادی کا درمیانی وقفہ میں اس قدر قابلِ رحم تھی، آج پتہ چلا مجھے۔"

اسے چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے آمنہ کو پھر ہنسی آ گئی۔

"اس معاملے میں سچ میں مجھے تم سے جلن ہو رہی ہے۔" ندا نے ایمانداری سے کہا۔ "ویسے اثمان تو اس وقت تک آ جاتا ہے نا، آج آیا نہیں ابھی تک؟"

"وہ آفس میں نہیں ہے۔ شہر سے باہر ہے۔"

آمنہ اپنا چائے کا کپ لے کر پلٹی تو ندا بڑے پرسوچ انداز میں چائے کے گھونٹ بھر رہی تھی۔

"سچ ہے سب کو سب کچھ نہیں ملتا۔"

"اچانک یہ فلسفہ کیوں؟" آمنہ نے پوچھا۔

"اب دیکھو نا، تمھارا میکہ اور سسرال سب یہیں ہیں۔ شادی کے بعد کوئی بہت بڑی تبدیلی نہیں آئی۔ لیکن اثمان کا جاب۔ وہ دنوں گھر سے غائب رہتا ہے۔ اور میں چند دنوں کی بیاہتا اپنے تجربے سے سمجھ سکتی ہوں کہ یہ تمھارے لیے کتنا مشکل ہے۔ یہ تم ہو، اگر تمھاری جگہ میں ہوتی تو روز اس بات پہ لڑائی تو پکا ہونی تھی۔"

"کامپلیمنٹ کے لیے شکریہ!" اس نے سر خم کیا۔ "چلو باہر سب کے پاس۔"

"اثمان کا شہر سے باہر جانا کیا اتنی بڑی بات ہے؟" کچن سے نکلتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔

بار بار سب کے یاد دہانی کرانے کا اثر تھا یا پھر اس کے اندر کی روایتی بیوی جاگ گئی تھی کہ اس دن اس کا پیمانہ چھلک پڑا۔ امتحانوں کے بعد سے بڑی ممانی نے رات کے کھانے کی ذمہ داری راعیہ کے سپرد کر رکھی تھی۔ اس کی مدد کے نام پر وہ سلاد کاٹنے میں مصروف تھی جب اثمان کچن میں آیا۔

"آمنہ میرا بیگ تیار کر دینا۔ کل صبح جانا ہے۔" اس کا مہارت سے چلتا ہاتھ رک گیا۔ اثمان کو دیکھے بغیر ہی اس نے 'ھم' میں جواب دیا اور دوبارہ کھیرے کے ٹکڑے کرنے لگی۔

"میں کچھ ہیلپ کروں؟" اثمان نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"نہیں بھائی، میں بس دسترخوان لگا رہی ہوں۔آپ سب کو بلالیں۔" آمنہ کی جگہ راعیہ نے جواب دیا۔ کچن کا ڈائیننگ ٹیبل بس ناشتے اور دوپہر کے کھانے کے لیے ہی استعمال ہوتا تھا۔رات کے وقت گھر کے سبھی افراد موجود ہوتے تھے اس لیے ٹیبل چھوٹا پڑتا تھا۔وہ آمنہ کے اس کی طرف متوجہ ہونے اور بات کرنے کی آس میں وہاں رکا رہا۔مگر وہ ہونٹ بھینچے چھری چلاتی رہی۔کھانے کے دوران بھی وہ بس سب کی وجہ سے بیٹھی تھی۔ نہ ٹھیک سے کھانا کھایا نہ ہی روز کی طرح باتیں کیں۔کھانے کے بعد وہ اثمان کی کل کی تیاری کا کہہ کر کمرے میں چلی گئی۔

اثمان اندر آیا تو وہ بیگ بند کر کے رکھ رہی تھی۔

"یہاں آؤ۔" بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے اس نے آمنہ کو آواز دی۔وہ فرمانبرداری سے بیڈ کے کنارے پر آ کر ٹک گئی۔

"طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟"

"نہیں تو۔"

"پھوپھو کی اور گھر کی یاد آ رہی ہے؟"

"ابھی پرسوں ہی تو تمھارے ساتھ گئی تھی وہاں۔"

"یہاں گھر میں کوئی بات ہوئی ہے؟"

"یہاں کیا بات ہوگی بھلا۔"

"پھر اب تم ہی بتادو ہوا کیا ہے۔"

"کیا ہوگا، کچھ نہیں ہوا ہے۔" وہ اٹھ کر جانے لگی تو اثمان نے ہاتھ پکڑ کر واپس بٹھایا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے تم مجھ سے جھوٹ بول رہی ہو۔" آمنہ چند ثانیے اسے گھورتی رہی۔

"مجھے غصہ آ رہا ہے۔"

"غصہ۔۔وہ کیوں؟" اشمان حیران ہوا۔

" مجھے بھی نہیں پتہ۔۔۔۔۔بس جب تم نے کل جانے کی بات کی مجھے ایکدم غصہ آنے لگا۔" اس نے دیانتداری سے اعتراف کیا۔

" پہلی بار تو نہیں ہے۔تمہیں تو اب تک اس کا عادی ہو جانا چاہئے تھا۔یہ میری جاب کا حصہ ہے۔"

" ہاں۔۔۔وہی تو۔۔۔تم پرسوں ہی آئے اور اتنی جلدی پھر جا رہے ہو شاید اس لیے۔" اس نے اشمان سے زیادہ خود کو باور کرایا۔

" سنا ہے بیویاں غصے میں چیختی چلاتی ہیں،لڑتی جھگڑتی ہیں۔مگر تمھارا غصہ تو بڑا اچھا ہے۔بالکل چپ۔ مکمل خاموشی۔"

" ہاں ناں۔۔۔۔مجھے تو تم سے نہ لڑنا آتا ہے نہ ہی غصہ ہونا آتا ہے۔" وہ بھی سر ہلاتے ہوئے افسوس سے بولی۔

" آؤ، میں سکھاتا ہوں تمہیں۔" اشمان نے ذومعنی لہجے و انداز میں اسے دعوت دی۔

" کیا۔۔؟" آمنہ نے غائب دماغی سے پوچھا۔

"لڑائی۔۔۔۔پیار بھری لڑائی۔۔۔" وہ اس کی سمت جھکا۔

"سو جاؤ چپ چاپ۔صبح جلدی اٹھ کے سفر پر نکلنا ہے تمھیں۔" آمنہ اسے پیچھے دھکیل کر کھڑی ہوئی۔

"ہفتہ بھر کے لیے جا رہا ہوں یار زادِ راہ نہیں دو گی؟" اشمان نے اسے کھینچ کر دوبارہ بٹھایا۔

"تم بھول رہے ہو کہ میں غصے میں ہوں۔" آمنہ نے یاد دلایا۔

"تو آؤ پھر تمہیں مناؤں۔۔۔۔" اس کی نئی پیشکش پر وہ بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

اس کا یہ غصہ آنے والے دنوں میں در آنے والی تبدیلیوں کی شروعات تھا۔

☆......☆......☆

اثمان نے باری باری سب سے باہر کھانے کے لیے چلنے کو کہا مگر سب نے انکار کر دیا تھا سو وہ دونوں ہی آئے تھے۔نومبر کی رات تھی، ماحول میں خنکی اچھی خاصی تھی اسی لیے اماں اور ممانی کے اصرار پر وہ بائیک چھوڑ کر کار لے کر آئے تھے۔اثمان اسے شہر کی آخری حدود میں بنے ڈھابے پر لایا تھا۔

"اتنا کھالیا ہے میں نے کہ اب گھر پیدل جانا چاہیے۔" آمنہ نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مطلب آئس کریم کینسل؟"اثمان نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔" سردی ہو یا بیماری وہ آئس کریم نہیں چھوڑ سکتی تھی۔اثمان ہنستے ہوئے آئس کریم لینے چلا گیا۔

اس نے اپنے گرد لپٹی چادر درست کرتے ہوئے یونہی اطراف میں نظر دوڑائی۔بے شک وہ خضر تھا۔اس کے ساتھ پوری فیملی تھی جسے وہ اچھی طرح پہچانتی تھی اور جو نیا چہرہ تھا وہ یقیناً اس کی بیوی تھی۔وہ حیران تھی بہت حیران! اتنے سالوں میں جب بھی اس نے سوچا کہ کبھی خضر اس کے سامنے آیا تو کیا ہوگا؟ اسے ہر بار جواب دو ہی ممکنہ ردعمل کی صورت میں ملتا تھا، مارے درد کے اس کا دل بند ہو جائے گا یا نفرت و غصے میں وہ اسے مار ہی ڈالے گی۔لیکن اب جب وہ درحقیقت اس کے سامنے تھا، اس کا دل اب بھی دھڑک رہا تھا، اور وہ پرسکون اپنی جگہ بیٹھی تھی۔یہ کاونسلنگ اور تھیراپی کا کمال تھا یا وقت کا مرہم اس کے لیے اتنا کارگر ثابت ہوا تھا۔یہ تو اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کا سامنا بنا کسی واردات کے گزر جائے گا۔ہم وقت سے پہلے کتنی ہی باتوں کو صرف سوچ سوچ کر مشکل بنا لیتے ہیں۔ وارد ہونے سے پہلے جنہیں ہم بہت اہمیت دیتے ہیں وہ واقعات اکثر معمولی ثابت ہوتے ہیں۔یہ نہیں تھا کہ وہ خضر اور اس کا دیا فریب و درد بھول گئی تھی، اسے سب یاد تھا۔بس اب خضر اس قابل نہیں رہا تھا کہ اس کی موجودگی آمنہ کے جذبات پہ اثر انداز ہوتی۔اس کا وہ مقام نہیں رہا تھا کہ آمنہ کا دل اس کے لیے دھڑکنوں کی ترتیب بدلتا۔

" تمہارا روسٹیڈ آلمنڈ نہیں تھا۔" اثمان نے اس کی طرف آئس کریم کا کپ بڑھایا۔"اس لیے آج

میری فیورٹ بٹر سکاچ سے کام چلاؤ۔" آمنہ نے خلافِ عادت چپ چاپ کپ تھام لیا۔اثمان نے غور سے اس کا چہرہ جانچا۔کچھ دیر پہلے والی بشاشت کی جگہ سنجیدگی نے لے لی تھی۔اثمان نے وجہ جاننے کے لیے دائیں بائیں دیکھا۔ان سے ذرا فاصلے پر وجہ اسے نظر آ گئی۔

"چلو آئس کریم گاڑی میں کھا لینا۔"

" کیوں؟" وہ پوری توجہ سے آئس کریم سے انصاف کر رہی تھی۔

" تمہیں بھی پتہ ہے کیوں۔"

"اس کے بعد بھی میں یہاں بیٹھ کر آئس کریم کھا رہی ہوں۔"

" تمہیں خود پر جبر کرنے اور کچھ بھی ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

" تم بالکل غلط سمجھ رہے ہو۔۔۔" آمنہ اس کے غلط اندازے پر چونک گئی۔" میں اتنی مضبوط قطعی نہیں ہوں کہ اس قسم کا جبر اور ثبوت پیش کروں۔فی الحال میں اتنی نارمل ہوں کہ میں خود بھی حیران ہوں۔"

"واقعی۔۔۔!" تبھی راعیہ کی کال آ گئی۔اس سے بات کر کے وہ کھڑا ہو گیا۔

"چلو۔۔۔اماں ہمارے آنے کے انتظار میں جاگ رہی ہیں۔"

" ہاں وہ ایسے ہی جاگتی ہیں۔جب بھی دونوں ماموں یا تم دیر رات گھر آنے والے ہوتے ہو جب تک آ نہیں جاتے انہیں نیند نہیں آتی ہے۔" اس کے ساتھ چلتے چلتے آمنہ بولی۔اسی وقت خضر نے ان دونوں کو دیکھا اور اس کی نظروں کے تعاقب میں باقی سب نے بھی۔

اثمان نے آگے کا دروازہ کھولا، وہ اندر بیٹھ گئی تو بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف جاتے ہوئے اس نے ایک بار خضر کے ٹیبل کی طرف نظر ڈالی۔وہ سب ادھر ہی دیکھ رہے تھے۔

کار سڑک پر ڈالنے سے پہلے اس نے بریک لگا کر آمنہ کو دیکھا۔

" کیا ہوا؟" اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر آمنہ نے پوچھا۔

" تم بہت مضبوط اور بہادر ہو۔اچھے بچوں پر ماؤں کو جس طرح فخر محسوس ہوتا ہے نا فی الحال ویسے مجھے تم پر فخر ہو رہا ہے "اس نے بچوں کی طرح آمنہ کے دونوں گال انگلیوں سے پکڑے۔

" آں۔۔۔۔" آمنہ نے اس کے ہاتھ ہٹا کر اپنے گال سہلائے۔" سچ میں بچی تو مت سمجھو۔۔۔"

☆......☆......☆

کئی دنوں سے وہ الجھی الجھی سی تھی مگر وجہ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔بس یوں لگتا تھا وہ کچھ بھول رہی ہے، کہیں کچھ چھوٹ رہا ہے۔کہیں کچھ ادھورا سا ہے۔لاکھ سوچنے کے بعد نہ تو کچھ یاد آ رہا تھا نہ ہی اس بے کلی کا سبب ہاتھ لگا تھا۔امی کے یہاں جا کر ہفتہ بھر رہ آئی تھی۔ندا سے لمبی لمبی کالز کر کے دنیا کی باتیں کر لی تھیں۔مگر وہ بے کلی اب بھی ہنوز تھی۔

" اثمان۔۔۔!" وہ ہڑبڑا کر اٹھی تو اثمان کو پکار رہی تھی۔پسینے میں شرابور وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔حلق میں کانٹے چبھ سے رہے تھے۔اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا گلاس اٹھا کر ایک سانس میں خالی کر دیا۔ذرا حواس ٹھکانے پر آئے تو خواب یاد آ گیا جس نے اسے یوں بیدار کر دیا تھا۔خواب کے آخری حصے کا سناٹا اسے اپنے اندر اور کمرے میں اترتا محسوس ہونے لگا تو اس نے جھپٹ کے فون اٹھایا اور اثمان کا نمبر لگایا۔

" ہیلو۔۔۔آمنہ۔۔۔؟" اثمان کی نیند سے بوجھل اور پریشان سی آواز کانوں میں پڑتے ہی اندر اور باہر کا سناٹا زائل ہونے لگا۔اسے ایکدم رونا آ گیا۔

" ہیلو۔۔۔آمنہ۔۔کیا ہوا۔۔؟ سب ٹھیک تو ہے وہاں؟ اماں تو ٹھیک ہیں ناں۔۔۔؟" اس کا بس چلتا تو فون سے آنے والی آواز کی جگہ وہ ہی آ جاتا۔

" کچھ نہیں ہوا ہے۔" اماں سنتے ہی اسے اپنی غلطی اور اثمان کی پریشانی کا ادراک ہوا۔" اماں ٹھیک ہیں اور باقی سب بھی۔" وہ جلدی جلدی بولی۔

" پھر اس طرح رو کیوں رہی ہو؟" ادھر کی تسلی ہوئی تو اس کے رونے پر حیرانی۔

" کچھ نہیں بس ایسے ہی۔۔۔"

"رات کے ڈیڑھ بجے تم مجھے فون لگا کر ایسے ہی رو رہی ہو؟" آمنہ چپ ہی رہی۔

" کم آن آمنہ۔۔۔ بتاؤ کیوں رو رہی ہو؟" اس نے ایسے نرمی اور محبت سے پوچھا کہ رکے آنسو پھر رواں ہو گئے۔

"اچھا تم رو لو۔۔۔ میں تھوڑی دیر بعد کال کرتا ہوں۔"

"نہیں۔۔۔فون مت رکھنا۔۔۔" اثمان خاموش اس کے بولنے کا منتظر رہا۔

"میں نے بہت برا خواب دیکھا۔اور ڈر گئی تھی۔" کچھ پل بعد آمنہ بولی۔

"ایسا کیا دیکھا؟"

"ہم ایک بھرے پرے گارڈن میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ میں چلتے چلتے تم سے آگے نکل گئی اور جب پلٹ کر دیکھا تو وہاں نہ تم تھے نہ ہی گارڈن بلکہ اس کی جگہ ویرانہ اور سناٹا تھا۔" اس نے بس اتنا اور یہ ہی دیکھا تھا مگر ان سادہ سے الفاظ میں وہ اپنی کیفیت اور احساس نہیں بتا پائی تھی۔اس خواب میں اثمان کو کھونے کا احساس اتنا قوی اور زور آور تھا کہ وہ ابھی تک خوف زدہ تھی۔

"اتنی سی بات کے لیے اتنا رونا۔۔۔؟" وہ ہنس رہا تھا۔

"اتنی سی بات۔۔۔؟" اثمان کی بات پر وہ چیخ پڑی۔"ایک تو تم ہر دوسرے دن اتنی دور چلے جاتے ہو اور اب یہ اتنی سی بات۔۔۔۔"

"تم کوئی ہارر مووی دیکھ کر سوئی تھی؟"

"نہیں۔۔۔اور میں اتنی ڈرپوک نہیں ہوں کہ ہارر مووی کے بعد سو نہ سکوں۔" وہ ناراضگی سے بولی۔

"پھر بھی تم راعیہ کو بلا لو، وہ ساتھ رہے گی تو ڈر نہیں لگے گا۔" اثمان نے مشورہ دیا۔ یہ شاید پہلی بار ہی ہو رہا تھا کی آمنہ اپنی کیفیت اور بات اثمان تک پہنچا نہیں پا رہی تھی اور نہ ہی وہ سمجھ رہا تھا۔کچھ دیر بات کرنے کے

اور راعیہ کو بلانے کی تاکید کر کے اس نے فون بند کیا۔ راعیہ کو بلانے اور اس کی نیند خراب کرنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اثمان کی باتیں دل میں دہراتے دہراتے وہ نیند کے آغوش میں چلی گئی۔

بیدار ہونے کے باوجود وہ آنکھیں موندیں لیٹی رہی۔ گزشتہ رات یاد آئی تو خواب اور اثمان کی باتوں کے ساتھ اس کا لمس بھی محسوس ہونے لگا۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو سامنے اثمان کا چہرہ بھی نظر آنے لگا۔ اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

"رات میں ایسے خواب کیوں نہیں دِکھتے۔۔۔۔؟" وہ بڑبڑائی۔

"یہ خواب نہیں ہے۔" آواز کے ساتھ اسے پھر اپنے رخسار پر اثمان کا لمس محسوس ہوا۔ آمنہ نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔

"اثمان۔۔۔۔۔۔" اس نے اٹھتے ہوئے اثمان سے لپٹنے کی شدید خواہش کو نظرانداز کیا" تم اس وقت۔۔۔۔"

" کب سے اٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میری نیندیں اڑا کے خود نیند کے مزے لے رہی ہو۔"

"تم تو کل آنے والے تھے؟"

"بیوی آدھی رات کو فون کر کے آنسو بہائے اور دور جانے کی شکایت کرے، تو کون کافر دور رہ سکتا ہے۔" اثمان نے اس کے گال پہ جھولتی لٹ پیچھے کی۔

"تو دور جاتے ہی کیوں ہو!" اس کا لہجہ شکوہ کناں تھا۔

" کیوں کہ تم سب سے دور جانا نہیں چاہتی۔"

مطلب۔۔۔۔تم۔۔۔"

" یہ جاب میں کل چھوڑ دوں۔ بہت آپشنز ہیں میرے پاس۔ لیکن ان سب کے لیے مجھے یہ شہر چھوڑ کر ممبئی، بنگلور، چنئی یا حیدر آباد جانا ہوگا اور ظاہر ہے میں جہاں جاؤں گا تمہیں بھی ساتھ جانا ہوگا۔ اور مجھے یاد

ہے تمھاری شادی کے لیے شرط کہ تم اس شہر میں سب کے قریب رہنا چاہتی ہو۔"

"تو تم یہ جاب صرف اس وجہ سے کر رہے ہو؟" اس کی دھڑکنیں اترا کر بڑے ترنگ میں گنگنائی تھیں۔

"جی جناب!" وہ سرخم کر کے ہلکے سے جھکا اور آمنہ نے اس بار اپنی خواہش کو نظر انداز نہیں کیا۔

"مجھے ایسے ہی ویلکم کی امید تھی۔" اس کے گرد باز و تنگ کرتے ہوئے وہ مسکرایا۔

☆......☆......☆

وہ اور اشمان بڑی ممانی اور اماں کے ساتھ امی کی طرف آئے تھے۔ باتوں کے درمیان ندا کا فون آ گیا۔ یوں تو اس کا اور ندا کا واٹس ایپ پر کیا پکایا، کیا جلایا، کیا کھایا، والا رابطہ تھا۔ مگر اس وقت اس نے خاص طور سے خوشخبری سنانے کے لیے فون کیا تھا۔ ندا سے بات کر کے اس نے فون رکھا ہی تھا کہ خالہ بھی وہ ہی نوید سنانے آ گئیں۔

"شرم کرو چار مہینے میں ہی ندا نے وہ کام کر دکھایا جو تم سال میں بھی نہیں کر سکی۔" بھابھی نے اسے غیرت دلانا چاہی۔

"ابھی سال بھر کہاں ہوا ہے۔" وہ منمنائی۔

"ارے اشمان گھر میں ٹکے تو ناں۔۔۔!" بڑی ممانی نے خود کلامی کی تھی مگر وہاں موجود سب کے کانوں تک ان کی بڑبڑاہٹ پہنچ چکی تھی۔

"کیا بات ہے، کچھ خاص؟" اشمان باہر سے کال سن کر آیا تو سب کے کھلے چہرے دیکھ کر پوچھ بیٹھا۔

"ندا کے یہاں خوشخبری ہے بیٹا۔" اماں نے خوشی خوشی اسے اطلاع دی جو اسے بالکل سمجھ نہیں آئی تھی۔

"تم جلد ہی ماموں کہلاؤ گے۔" اس کا چہرہ پڑھ کر خالہ نے خوشخبری کی سہل وضاحت کی۔

"اچھا۔۔۔گڈ۔۔۔مبارک ہو آپ سب کو۔۔۔"

"کوئی ضروری فون تھا۔۔؟" آمنہ کو کھٹکا لگا تھا کہ اس بھری محفل میں ہی وہ سب ان دونوں سے

خوشخبری کے مطالبے نہ شروع کر دیں اس لیے اس نے غیر ضروری سا سوال داغ دیا۔

"ہاں۔۔۔اگلی کانفرنس مہابلیشور میں ہے۔۔۔سوچ رہا ہو تمہیں بھی ساتھ لے چلوں۔"

"اس میں سوچنے والی کیا بات ہے۔لے جاؤ۔" بڑی ممانی بولیں۔

"تم کانفرنس میں بزی رہو گے تو میں کیا کروں گے وہاں؟" اس کا اعتراض حاضرین کو بڑا گراں گزرا۔

" کانفرنس دو ہی دن کی ہے۔اس کے بعد میں چھٹی لے لوں گا کچھ دن کی۔" وہ پہلے ہی پلان بنا چکا تھا۔

یوں وہ اس کے ساتھ مہابلیشور چلی آئی تھی۔فروری کا مہینہ تھا سو وہاں سردیاں اپنے شباب پر تھیں۔ کانفرنس کے بعد اشمان نے مزید چار دن کی چھٹیاں لے لی تھیں۔سارا وقت ایک دوسرے کے لیے تھا تو اب ان کے پاس اتنی باتیں تھیں کہ دن بھر ساتھ گھومنے کے بعد بھی اکثر باتیں کرتے کرتے صبح ہو جاتی تھی۔ خوبصورت موسم، کھلی فضائیں، قدرتی مناظر اور اشمان کی مکمل توجہ اور قربت نے اس سے بہت سے ایسے فیصلے کروا لیے تھے جو ماضی قریب میں اس کے نزدیک ناممکن تھے۔اس کے بعد وہ جو ایک احساس کئی دنوں سے اس کے ساتھ تھا، وہ بھی زائل ہو گیا تھا۔اعتراف اور اظہار سے پہلے خود سے اقرار ضروری تھا اور یہ قبولیت اس کا پہلا قدم تھا۔

اگلے دن صبح ان کی واپسی تھی۔وہ پیکنگ کر رہی تھی۔

"میں پھر کہہ رہی ہوں، ہم نے کسی کے لیے کچھ نہیں لیا ہے"

"اور یہ تم گیارہویں بار کہہ رہی ہوں۔"

"تم گن رہے ہو۔۔۔؟ کتنی بھی بار ہو، غلط تو نہیں کہہ رہی ہوں۔"

"یہ تم عورتوں کی منطق مجھے سمجھ نہیں آتی ہے۔یہاں جو ملتا ہے وہ لیا تو ہے۔"

"یہ جیلی، جام، کرش اور اسٹرابیری بھی کوئی تحفے ہیں بھلا؟"

"تو بتاؤ تمھاری پسند والے تحائف لینے اگلی ٹرپ کہاں پلان کریں؟" اشمان تکیے پر کہنی موڑے ہتھیلی پر گال

ٹکائے لیٹا تھا۔

"اگلی ٹرپ چھوڑو۔۔۔۔۔" وہ بیگ ویسا ہی چھوڑ کر بیڈ تک آئی۔

" کیوں۔۔۔؟تم نے انجوائے نہیں کیا یہاں؟" وہ قدرے حیران ہوا۔

"بہت انجوئے کیا۔"

"پھر۔۔۔۔"

"تم یہ جاب چھوڑ کر کوئی نائن ٹو فائیو والی جاب دیکھو۔" اس کی بات سن کر اثمان اچھل کر اٹھ بیٹھا۔

" تمہیں سب سے دور جانا پڑے گا۔"

"میں تمہارے ساتھ سب سے دور رہ لوں گے۔"

"سوچ لو اچھی طرح۔۔۔۔یہ نہ ہو کچھ دن بعد واپس گھر جانے کی ضد کرو۔"

"نہیں کروں گی۔میں سوچنے سمجھنے کے بعد ہی تم سے بات کر رہی ہوں۔"

"ایک بار یہ شہر چھوڑ کر باہر نکلیں تو پھر دوبارہ واپس آنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔"

" کیا تم یہ شہر چھوڑنا نہیں چاہتے؟" اس کا گریز محسوس کر کے وہ پوچھ بیٹھی۔" تمھیں بار بار یوں دنوں باہر رہنا کھلتا نہیں ہے؟" اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔

"بے وقوف۔۔۔۔" اثمان نے اس کے گلے میں لٹکتے دوپٹے کے سرے کھینچ کر اسے بیڈ پر بٹھایا۔" میں صرف تمھاری خواہش کے احترام میں یہ ہجر کاٹ رہا ہوں۔"

"اب یہ تو مبالغے کی حد ہے۔" وہ جانے لگی مگر دوپٹے کے سرے اب بھی اثمان کے ہاتھ میں تھے اسے واپس بیٹھ جانا پڑا۔

"تم سب کے پاس رہو اس لیے میں اپنی بیوی سے یہ جدائیاں برداشت کر رہا تھا۔مگر اب نہیں۔" اس نے دوپٹے کے ساتھ اسے بھی اپنی طرف کھینچا۔

پھر تقریباً مہینہ بھر کی بھاگ دوڑ کے بعد وہ اشمان کے ساتھ ممبئی منتقل ہو گئی۔ اماں اور بڑی ممانی ان کے ساتھ آئی تھیں۔ ممانی کو ویک اینڈ پر ماموں لینے آ گئے تھے۔ اماں بمشکل ایک ہفتہ رکیں پھر انہیں بھی عدنان اور اپنے گھر کی یاد ستانے لگی تو اسجد بھائی انہیں آ کر لے گئے۔ اس ویک اینڈ پر چھوٹے ماموں راعیہ اور امی کو لے کر آنے والے تھے۔

کچن سے فارغ ہو کر وہ بیڈروم میں آئی تو وہ لیپ ٹاپ پہ بزی تھا۔ وہ بالکنی میں آ گئی۔ اس نے اکثر لوگوں سے سنا تھا کہ ممبئی کے گھروں سے چاند اور آسمان نصیب والوں کو ہی نظر آتا ہے۔

"نصیب والی تو خیر میں ہوں!" اس نے سر اٹھا کر سامنے پھیلے آسمان پر ٹمٹماتے تاروں اور چاند کو دیکھ کر دل میں اعتراف کیا۔ وہ اس وقت ایک نئے، اجنبی شہر میں اشمان کے ساتھ نویں منزل کے اس فلیٹ میں تھی۔ اپنی مرضی سے، خوش اور مطمئن۔ خضر کے بعد وہ کبھی بھی مستقبل کے متعلق اعتماد اور یقین سے کچھ سوچ نہیں پائی تھی۔ لیکن چند باتوں کا اسے صدفی صد یقین تھا کہ وہ اپنے شہر اور اپنے لوگوں سے دور ہرگز نہیں جائے گی اور یہ کہ اب اس کا در دل کبھی کسی کے لیے وا نہیں ہو گا۔ لیکن زندگی شاید اسی لیے خوبصورت ہے کہ یہ ہماری سوچ اور اندازوں کے مطابق آگے نہیں بڑھتی ہے۔

سڑک کے اس پار بلڈنگ کے احاطے میں کوئی فنکشن ہو رہا تھا۔ وہاں چل رہے گانوں کی آوازیں اس تک پہنچ رہی تھی۔ وہاں سے 'تم پاس آئے، یوں مسکرائے' کی آواز آئی تو اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ تھی تو بچکانی حرکت پھر بھی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"آمنہ۔۔۔۔" اشمان کام ختم کر کے اسے پکارتا وہیں آ گیا تھا۔ آمنہ نے آنکھیں کھولیں۔ سامنے اشمان کھڑا تھا۔

"تمہیں یاد ہے ہم نے ایک شرط لگائی تھی؟"

"شرط۔۔۔؟ کون سی؟۔۔۔ مجھے تو نہیں یاد۔۔۔؟" وہ ذہن پر زور دے کر، سوچتے ہوئے بولا۔

"کچھ کچھ ہوتا ہے' دیکھتے ہوئے۔۔۔۔۔۔؟" آمنہ نے یاد دلایا۔

"آں۔۔۔۔ہاں۔۔۔۔۔وہ۔۔۔تمہیں کیسے یاد آیا آج۔۔۔" آمنہ نے بلڈنگ کی طرف اشارہ کیا جہاں سے آواز آ رہی تھی۔

"ہم۔۔۔۔" اشمان سے سر ہلایا۔آمنہ اس کے کچھ بولنے اور پوچھنے کی منتظر تھی مگر وہ سامنے والی بلڈنگ کے احاطے کی طرف متوجہ تھا۔

اشمان۔۔۔۔" آمنہ کی آواز پر وہ اسے دیکھنے لگا۔

"تم وہ شرط جیت گئے ہو۔" اشمان نے آنکھیں بھینچ کر جیسے لفظ بہ لفظ وہ شرط یاد کرنے کی کوشش کی پھر بڑے انداز سے بولا۔

"ذرا وضاحت تو کرو اس جملے کی۔۔!"

"اب اتراو مت زیادہ۔میں بار بار نہیں کہوں گی۔"

"بار بار کہاں، پہلے ایک بار تو کہہ دو۔"

"لڑکیاں اپنے منہ سے اظہار کرتی اچھی نہیں لگتی ہیں۔" آمنہ نے اپنی منطق دلیل کے طور پہ پیش کی۔

"لڑکیوں کا مجھے نہیں پتہ، مگر یقین کرو میری بیوی مجھ سے اظہار کرے تو وہ مجھے دنیا کی حسین ترین ہستی لگے گی۔" اشمان کی چالاکی پر وہ کتنی دیر اسے گھورتی رہی۔وہ ہمہ تن گوش بنا کھڑا تھا۔

"مجھے اپنے مجازی خدا سے محبت ہو گئی ہے۔" وہ بھی پکی تھی۔

"ایسے نہیں۔۔۔۔میرا نام سنوں گا تب ہی عقل اور آنکھ کام کرے گی نا۔" وہ قریب آیا۔

"آئی لو یو مسٹر ہسبنڈ!" وہ مسکرائی۔

"یہ بھی چلے گا۔۔۔" اشمان نے ہنستے ہوئے اسے گلے لگایا۔

☆......☆......☆

اشمان نے آمنہ کے سر کے نیچے سے اپنا بازو نکالا اور اس کا سر تکیے پر رکھا۔ کتنی ہی دیر وہ گہری نیند میں ڈوبی آمنہ کو دیکھتا رہا پھر دروازہ کھول کر بالکنی میں آ گیا۔

محبت خوش فہم ہوتی ہے یا ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کر دیتی ہے؟ جب تک ان کے بیچ خون اور خلوص کا رشتہ تھا آمنہ اس کے انداز سے، اس کے چہرے اور آنکھوں سے اس کے دل کا حال جان جایا کرتی تھی اور دل کا رشتہ جڑتے ہی کیا یہ ہنر اس سے چھن گیا تھا؟ یا پھر آمنہ کا ہنر نہیں کھویا تھا بلکہ اسے خود کو چھپانے کا ہنر آ گیا تھا۔ آمنہ سب اس لیے جان جاتی تھی کہ وہ اس کے سامنے کھلی کتاب تھا۔

عجیب کشمکش تھی۔ آمنہ کے بدلتے احساسات کا علم آمنہ سے پہلے اس کو ہو گیا تھا۔ وہ اسے دکھ نہیں دینا چاہتا تھا اور اس کا گلٹ روز بہ روز بڑھ رہا تھا مگر وہ اسے بتا بھی نہیں سکتا تھا۔ جیسے جیسے آمنہ کا بنجر دل شاداب ہو رہا تھا وہ اندر بری طرح پھڑ پھڑا رہا تھا۔ اس دوغلی اور دوہری زندگی سے بچنے کی خاطر وہ شادی ٹالتا رہا تھا۔ وہ کسی اجنبی انجان لڑکی کو اس دکھ سے بچانا چاہتا تھا اور اب اپنی عزیز دوست اور گھر بھر کی لاڈلی آمنہ کا مجرم بن بیٹھا تھا۔ سوچ اور اندازے صرف آمنہ کے ہی نہیں اشمان کے بھی غلط ثابت ہوئے تھے مگر وہ آمنہ کی طرح اس کا اعلان نہیں کر سکتا تھا۔

وہ آج بھی میراں کی اس آخری نظر کا قیدی تھا۔ وہ نظر دل کے زنداں سے ایسی لپٹی تھی کہ وہ سلاخیں اس کی کوششوں کے باوجود ٹوٹے نہ ٹوٹ رہی تھیں۔ وہ جب بھی کسی نئے شہر میں جاتا ایک نئی امید بندھ جاتی کہ شاید وہاں اسے میراں مل جائے اور وہ خود کو ان سلاخوں سے آزاد کرا سکے۔ اس سے کہے کہ وہ اپنی زخمی نظر اس کے دل سے ہٹائے تا کہ دوسری محبت بھری آنکھیں اس کے دل کو دھڑکا سکے، وہ کھل کر سانس لے سکے، محبت کا جواب محبت سے دے سکے۔ آمنہ کو ٹوٹ کر بکھرتے اور پھر خود کو سمیٹتے ہوئے اس نے بہت قریب سے دیکھا تھا اور وہ کسی قیمت پر اسے پھر کوئی ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ دو محاذوں پر جنگ میں لگا تھا۔ اسے آمنہ کے لیے خود کو بچانا تھا اور آمنہ کو خود سے! پتہ نہیں وہ کب تک ڈٹا رہے گا۔

اپنے خالی دل کی تلافی کے لیے وہ آمنہ کے لیے وہ سب کچھ کر رہا تھا جو اس کے بس میں تھا۔ مگر پھر یہ بات اسے کوڑے کی طرح لگتی تھی کہ بنا محبت کے وہ سب بے معنی تھا۔ آمنہ کی محبت اس پر قرض کی طرح چڑھتی جا رہی تھی اور وہ ساری عمر اسکا مقروض نہیں رہنا چاہتا تھا۔

کھڑے کھڑے تھک گیا تو وہ اندر آ گیا۔ آمنہ اب بھی گہری نیند میں تھی۔ اثمان اس کے پہلو میں لیٹ گیا۔ اتنا تو اسے اندازہ تھا کہ اس کا میراں سے کم سے کم ایک بار ملنا ضروری تھا۔ یہ کہانی انجام کو پہنچنے کے باوجود بھی ختم نہیں ہوئی تھی کیونکہ بنا کچھ کہے وہ دونوں بچھڑے تھے۔ اور اس کہانی کو ختم کرنا ضروری تھا۔ آمنہ کی پیشانی پر لب رکھتے ہوئے وہ طے کر چکا تھا کہ اسے جلد سے جلد میراں کو ڈھونڈنا ہے تا کہ وہ بھی اس لڑکی سے محبت کر سکے جسے اپنی شکست اور اثمان کی جیت کا اتنا یقین تھا کہ اس نے اثمان سے پوچھے بنا ہی اپنی ہار تسلیم کر لی تھی۔ اور وہ سچ میں جیتنا چاہتا تھا۔

ختم شد